



جامعہ دارالتحوی
الاحور کاظمجان

دَارُ التَّقْوَىٰ

رجب ۱۴۳۱
ماрچ 2020ء

کورونا و ائرنس کیسے پھیلا؟

دینی مجالس کے آداب

ولاد کی ظاہری و باطنی تربیت

فضلاء اجتماع کی تفصیلی رپورٹ

جامعہ دارالتقویٰ لاہور کے فضلاء کرام کیلئے



16
فروری

بروز
التوار

صبح 10:00 بجے
سے رات عشاء

سالانہ تربیتی

اجتماع

- مادرِ علمی سے تجدیدِ تعلق، اساتذہ کرام کی زیارت اور ان سے استفادہ
- عصر حاضر کے در پیش مسائل میں راہِ عمل کی جانب اہم پیش رفت
- ہمیں معاصر ساتھیوں سے مفید ملاقات
- اپنی دینی صلاحیتوں و استعداد کو ہمت تازہ بخشنے کیلئے

گذارش ہے کہ تمام فضلاء کرام اپنی قیمتی مصروفیات سے وقت نکال کر ضرور شرکت فرمائیں۔
اور 16 فروری کو صبح 10 بجے سے پہلے جامعہ میں پہنچنے کا اہتمام فرمائیں۔

تمام فضلاء کو فردا دعوت نامے ارسال کیے جارہے ہیں
مزید اس اشتہار کو بھی دعوت نامہ سمجھیں اور تشریف لائیں۔

برائے رابطہ منتظم قدماء اجتماع 03214159682 فضلاء دارالتقویٰ گروپ جوائن کریں

تیکھان جامعہ دارالتحفظی لاهور

دارالتحفظی

ماہنامہ

حضرت اقدس ذکر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بدعا

شمارہ ۷

رجب ۱۴۳۱ھ -- مارچ 2020ء

جلد ۹

نیپر پرستی

حضرت مولانا عثمان صاحب

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عمر شید صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی

مدیر مسئول

مفتی محمد اسماء مولانا ذوالکفل

مجلس ادارت

فهرست

مقالات و مضمون		درس قرآن	اداریہ
5	مدیر مسؤول	چین میں کورونا اور سس کیسے پھیلا؟	
9	مفتی عاشق الہی بلند شہری	واقعہ میراج	
22	مولانا محمد شفیق الرحمن علوی	اولاد کی ظاہری و باطنی تربیت	
28	مفتی سعیج الرحمن	علم مقامات کا مختصر تعارف اور ان مقامات میں تلاوت کا جائزہ	
33	مولانا محمد ذوالکفل	سوائخ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ	
39	مولانا محمد الیاس گھمن	دینی مجالس کے آداب	
44	مفتی فیصل حمید	عورت	
47	مفتی محمد تقی عنانی	جهانندیہ	
54	بنت محمد اسلام	دختر رسول ﷺ کی شادی	
57	مولانا محمد ذوالکفل	فضلاء اجتماع کی تفصیل رپورٹ	
58	دارالافتاء و التحقیق	آپ کے مسائل اور ان کا حل	
65	عبدالودود ربانی	جامعہ کے شب و روز	

فی شمارہ: ۳۰ روپے سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ

دفتر نامه دارالتقوی
متصل جامع مسجد الہلال
چوب رجی پارک لاہور
سلامانہ رسالے کے اجراء کے لیے
ذمکور ہے پڑھتے آڈر کریں

فون نمبر:

04235967905
03005553616

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خدیاری کے ختم ہونے کی علامت ہے

مقام اشاعت:

متصل جامع مسجد الہلال
چوربجی پارک لاہور
بینک اکاؤنٹ نمبر
1001820660001
ٹانگل اکاؤنٹ دارالتوکوئی ٹرست
لئی براچ ٹوڈ 159 (مسلم کمرشی بینک)
مطیع: شرکت پر ٹنگ پر لیں

حروف اولیں

چین میں کورونا وائرس کیسے پھیلا؟

چین میں پھیلنے والے ”کورونا وائرس“ کی دریافت پہلی مرتبہ 1960ء کی دہائی میں ہوئی تھی جو سردي کے نزل سے متاثر کچھ مریضوں میں خنزیر سے متعدد ہو کر داخل ہوا تھا۔ اس وقت اس وائرس کو ہیومن (انسانی) کرونا وائرس کا نام دیا گیا تھا، اس کے بعد اس وائرس کی دوسری قسمیں بھی دریافت ہوئیں۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق کورونا وائرس کی ایک نئی قسم دسمبر 2019ء سے چین میں عام ہوئی جو آہستہ آہستہ وباً شکل اختیار کر گئی۔ اس سے اب تک 2500 سے زائد لوگ ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ اس وائرس سے متاثرا فرادی کی تعداد 40 ہزار سے متباہز ہے، اس وائرس کی ابتداء چین کے شہر ”ووهان“ سے ہوئی، یہ وائرس دنیا کے بہت سارے ممالک میں اس وقت اپنے قدم جماچکا ہے، جن میں جنوبی کوریا، جاپان، تائیوان، ہانگ گانگ، مکاؤ، ملائشیا، نیپال، ویتنام، تھائی لینڈ، سری لنکا، کمبوڈیا، متحده عرب امارات، آسٹریلیا، جرمن، فرانس، کینڈا اور امریکہ قابل ذکر ہیں، یہ نہایت مہلک وائرس ہے جس کے خلاف عالمی برادری کو مشترکہ طور پر حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے۔

کورونا وائرس کی علامات:

ابتداء میں سردي، زکام، بخار، کھانسی یا سانس لینے میں تکلیف کا احساس ہوتا ہے، مگر جب یہ بیماری مریض کو پورے طریقے سے اپنی گرفت میں لے لیتی ہے تو وہ شخص نو نیا اور سانس لینے کی شدید تکلیف سے دوچار ہو جاتا ہے اور اس کے گردے فیل ہونے سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ وائرس نمو نیا ہوتا ہے اس وجہ سے اس میں اینٹی بائیوٹک بھی کوئی اثر نہیں کرتی۔ فلو میں استعمال کی جانے والی اینٹی وائرس دوا بھی بے سود ہوتی ہے، اس مرض سے بحالی اس بات پر مخصر ہے کہ مریض کے جسم کا مدافعتی نظام کتنا

مضبوط ہے۔ جس کا مادا فتحی نظام جتنا کمزور ہوتا ہے یہ وائرس اتنی ہی شدت سے اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ چین میں لوگوں نے بدھضمی، سردی لگنے، بخار اور کھانسی کی شکایت کی ہے۔ جن پر حملہ شدید ہوا انہوں نے سانس لینے میں وقت بیان کی ہے۔ صحت کے عالمی اداروں کے مطابق وائرس سے متاثر ہونے کے دو روز سے دو ہفتے کے دوران اس کی ظاہری علامات سامنے آتی ہیں۔ اس کے بعد ضروری ہے کہ مریض کو الگ تھلگ ایک قرنطینہ میں رکھا جائے۔ اس وقت وہاں کے لوگوں نے کئی دنوں کا راشن جمع کر لیا ہے اور اکثریت باہر نکلنے سے گریز اہ ہے۔

یہ وائرس کہاں سے آیا؟

طبعی ماہرین کے مطابق میڈیکل کی دنیا میں سامنے آنے والے ہر وائرس کے پیچھے انسانوں کی بالاواسطہ یا بلاواسطہ غلطیاں ہی ہوتی ہیں، جو فطرت اور اللہ کے خلق کرده فطری قوانین میں دست اندازی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ ماہرین کے مطابق چمگاڑ کا سوب پینے اور دیگر زہر لیے و گندے کیڑے مکوڑوں کو اپنی خوراک کا حصہ بنانے سے یہ جان لیوا مرض پھیلا ہے۔ ”وہاں“ میں حرام جانوروں کی منڈی ہے جہاں سانپ، چوہے، چمگاڑ، لومڑی، مگر مچھا اور دیگر زہر لیے کیڑے زندہ بھی دستیاب ہوتے ہیں اور ان کا گوشت بھی ملتا ہے، بعض ماہرین کا خیال ہے کہ اس مارکیٹ سے یہ وائرس پھیلا ہے۔ وائرس کے پھیلنے کا نقطہ آغاز جو بھی ہواں بات پر ماہرین کا اتفاق ہے کہ اس کا سبب حرام جانور ہی ہے۔

ایک معروف پاکستانی ڈاکٹر عفان قیصر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ ”رقم کو چین کے شہر“ یا ”نجن“ میں جگر کی پیوند کاری کے یونٹ میں پکھ و قوت گزارنے کا موقع ملا۔ اس شہر کی ماحقہ گوشت مارکیٹ ”وہاں“ جیسی تھی۔ یہ مارکیٹ دیکھنے اور اس میں جانے کے لیے میرے جیسے انسان کے پاس جو چیز سب سے زیادہ ضروری تھی، وہ حوصلہ تھا۔ یہاں کتے، سانپ، بیلوں، مگر مچھوں سمیت سب کا گوشت ملتا تھا، یہ زندہ ہوتے، آپ کے سامنے ان کے سر پر کرنٹ والا راڑ مارا جاتا اور پھر مرضی کے حصے کا گوشت بنا کر دیا جاتا۔ یہاں بڑے سانپ ”اینا کونڈا“ تک کا گوشت دستیاب تھا۔ یہ چمگاڑ اور الوؤں سمیت ہر طرح کے جانوروں کی بہت بڑی منڈی تھی۔ اسی طرح ہر قسمی سمندری حشرات بھی مہیا تھے۔ ان جانوروں میں اکثریت حرام جانوروں کی تھی۔ رقم آدھ گھنٹہ اس منڈی میں رہا اور جب شدید یقین سے جان نکلنے لگی تو

وہاں سے نکل آیا اور سب سے پہلے اپنے مسلمان ہونے کا شکر ادا کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کرونا وائرس ان حرام جانوروں کے گوشت کے استعمال سے پھیلا؟ تو اس کا جواب بہت واضح ہے کہ یقیناً یہ ان کی وجہ سے پھیلا، مگر ان میں سے کوئی جانور، اس پر ابھی تحقیق کی جا رہی ہے ”روزنامہ یکپرس“ میں قارئین! یہ رپورٹ پڑھ کر بے ساختہ زبان پر شکر الحمد للہ کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں، اس ذات بارکات نے ہم پر کتنا احسان کیا کہ ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا اور اس نبی ﷺ کا امتی بنایا جس نے حرام جانوروں کا گوشت کھانے سے ایک ہزار چار سو اکتالیس برس پہلے منع فرمادیا تھا اور ہمیں حلال و حرام کی تمیز دی اور ان جانوروں کو کھانے سے منع فرمایا، جن سے انسانی صحت پر مضر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں اور حلال جانوروں کو بھی ذبح کر کے کھانے کی ہدایت دی تاکہ ان کے جسم سے خون نکل جائے اور یہ خون ہی ہوتا ہے جس میں مضر جراشیم پائے جاتے ہیں جبکہ غیر مسلم ممالک میں حرام و حلال کی کوئی تمیز نہیں پائی جاتی۔ صرف کرونا ہی نہیں کانگو، ایبولا، اور اب افریقہ میں ڈی دل کا حملہ یہ سب قیامت کی نشانیاں ہیں جو ہمیں دارِ نگ دے رہی ہیں اے انسان! فطرت کی طرف لوٹ آ۔ اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اسی لئے ہماری نجات و فلاح صرف اسلامی تعلیمات کو اپنانے میں ہی ہے۔ کیونکہ یہ تعلیمات انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں، یہ انسان کے جسم کی ساخت و بناء کے عین مطابق ہیں، جب تک انسان خواہشات نفس کو چھوڑ کر اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق نہیں چلے گا اس کو زندگی میں ایسے ہی مصائب و متابع کا سامنا کرنا پڑے گا۔

عمومی طور پر انسان پر جو ابتلاءات اور آزمائشیں آتی ہیں ان کا سبب بے حیائی، بدکاری، انسانیت سوز واقعات، نا انسانی اور ظلم و جور ہیں۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے ”وہ اس طرح کے عذابوں اور آزمائشوں سے اسی وقت چھکارا پاسکتے ہیں جب کہ کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہوں۔“ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے جماعت مہاجرین! پانچ چیزوں میں جب تم بتلا ہو جاؤ اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تم ان چیزوں میں بتلا ہو۔ اول یہ کہ جس قوم میں فاشی اعلانیہ ہونے لگے تو اس میں طاعون اور الیسی ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھیں اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو وہ فقط مصائب اور بادشاہوں (حکمرانوں) کے ظلم و ستم میں بتلا کر دی جاتی ہے اور جب کوئی قوم اپنے اموال کی

زکوٰۃ نہیں دیتی تو بارش روک دی جاتی ہے اور اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بھی بارش نہ بر سے اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کتوڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ غیر وہ کو ان پر مسلط فرمادیتا ہے جو اس قوم سے عداوت رکھتے ہیں پھر وہ ان کے اموال چھین لیتے ہیں اور جب مسلمان حکمران کتاب اللہ کے مطابق فصل نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ نظام میں (مرضی کے کچھ احکام) اختیار کر لیتے ہیں (اور باقی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو خانہ جنگی اور باہمی اختلافات میں بٹلا فرمادیتے ہیں)۔ (ابن ماجہ)

یہ جسم چونکہ اللہ کی نعمت ہے، امانت ہے، اس کے استعمال کے حوالے سے اللہ عزوجل نے جو احکامات دیئے اس طریقے سے استعمال پر ہی یہ جسم صحیح و سالم رہ سکتا ہے، ورنہ پھر تباہی و بربادی اس کا مقدر ہے، اگر انسان شتر بے مہار کی طرح ہر جگہ چرتا اور چلتا ہے اور بے قابو جانور کی طرح انسانی حدود و قیود سے نکل کر اپنی خواہشات نفس پر چلانا شروع کرتا ہے، پھر اللہ کے عذاب کا اس پر ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ عذاب کی وجوہات اور بیماریوں کی ادویات کا بھی اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے، بڑی بڑی معیشتیں، دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اللہ عزوجل کی معمولی طاقت کے سامنے ڈھیر ہو جاتی ہے، اس لئے جسم کے استعمال کے حوالے شرعی احکامات کا لمحو نظر کھانا نہایت ضروری ہے۔

اسلام نے کھانے کے حوالے سے بھی، بہت سے جانوروں کو حلال اور باقی کو حرام کیا ہے، یہ دائرہ جن جانوروں سے پھیلنے کے اندر یہ ظاہر کیے جا رہے ہیں، ان میں چیگاڑا، مگر مچھ، لومڑی، بھیڑی یا اور چوہا اور اس طرح کے دیگر مہلک و موزی جانور ہیں جن کے کھانے کی وجہ سے یہ مرض انسانوں میں منتقل ہو رہا ہے، یہ تمام جانور شرعاً حرام ہیں، ان کی شریعت نے کھانے کی اجازت نہیں دی ہے، چیزیں قوم ایک ملبدے مذہب قوم ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ سانپ، بچھو، کیڑے، مکوڑے، چھپلی اور ہر طرح کے جانور کھا جاتی ہے، یہ فطرت انسانی اور اس کی طبیعت کے خلاف ہے، خلاف فطرت امور کے انجام دہی کی وجہ سے یہ موزی مرض انسان میں پھیل رہا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "بِحَلْ لِهُمُ الطَّيَّابَاتِ وَبِحَرَمَ الْخَبَاثَ" (الاعراف: 751) ان کے لئے آپ پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں) ہماری ناقص عقل حلال و حرام کی تعین کا پیمانہ نہیں ہو سکتی، وہی ذات حلال و حرام کی تعین کرے گی جس نے ہمیں پیدا کیا، وہی جانتی ہے ہمارے جسم کے لئے نفع بخش کیا اور نقصان دہ اور ضرر رہا کوئی چیزیں ہیں؟

ڈاکٹر ز اس مرض سے بچنے کے لئے ابتدائی طبی تدبیر کے طور پر ماسک کے استعمال پر زور دے رہے

ہیں، بلکہ اس کے التزام کو بازدہ علاقوں میں ضروری قرار دیا جکا ہے، جو لوگ اب تک عورت کے لئے نقاب اور برقع کو اس کے لئے قید و بند سمجھتے تھے، اب چاروں چار ان کی عورتیں نقاب نہ ماسک استعمال کرنے پر مجبور ہیں، فطرت سے بغاوت کا یہ نتیجہ ہے کہ عربی و فتحی میں ڈوبی ہوئی قوم جس نے اپنے لباس کو بالکل مختصر کر دیا، اب ان کی عورتیں اور مردا پہنے جسموں کو کوڑا اور پرنسپیوں سے خوب اچھی طرح ڈھکے ہوئے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت نے اس ضمن میں جو ہدایات جاری کی ہیں ان کے مطابق: ”بار بار ابھی صابن سے ہاتھ ڈھویا جائے۔ سردی اور زکام کے مریضوں سے دور رہیں۔ کھانستے اور چھینکتے وقت منہ اور ناک ڈھانپیں۔ پانوں جانوروں سے دور رہیں۔ کھانا پکانے سے قبل اور بعد میں ہاتھوں کو اچھی طرح ڈھوئیں۔ کھانا اچھی طرح پکائیں اور اسے کچانہ رہنے دیں، کسی کی آنکھ، چہرے اور منہ کو چھونے سے گریز کریں۔“ ممتاز ماہر حیوانیات اور مصنف ڈاکٹر صلاح الدین قادری کے مطابق عالمی ادارہ صحت نے جس طرح کی ہدایات دی ہیں پانچ وقت نمازوں کے لئے جو وضو کیا جاتا ہے وہ اس وبا کے ازالہ کے لئے نسخہ کیا ہے، جسم کے جو اعضاء ہر دم کھلے رہتے ہیں ان پر وا رس کے حملے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے، پانچ وقت نمازوں کے لئے سنن و مسجدات کے اہتمام کے ساتھ وضو کرنے سے ان خطرات سے بچا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں ابھی تک الحمد للہ اس وبا کی تصدیق نہیں ہوئی لیکن اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم بحیثیت مجموعی اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں اسلام جسیں نعمت عطا کرنے پر اس کا شکر ادا کریں، ماثور و منقول دعاوں کا اہتمام کیا جائے جن میں جسم کی عافیت اور صحت کے لئے دعائیں کی گئی ہیں۔ زندگی میں کبھی بھی کوئی بھی کام سنت کے خلاف نہ کرنے کا پختہ عہد کریں۔ نماز پنجگانہ کی ہر حال میں پابندی ہو۔ اللہ کی رضا و خوشنودی والے کام کیے جائیں اس کی ناراضی والے کاموں سے بچا جائے، تاکہ ہم پر اللہ کی حرمتیں نازل ہوں اور ہر قسمی بیماری، مصیبت اور وباًی امراض سے ہماری حفاظت ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، عالم اسلام کی حفاظت فرمائے اور ہر قسمی وباًی امراض سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤول

درس قرآن

مفہی عاشق ابی بلد شہری

واقعہ معرانج

﴿... سورۃ الاسراء...﴾ ... آیت نمبر ۱ ﴿

۵۰ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعِنْدِهِ لِيَلَّا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا
الَّذِي بِرَبِّكُنَا حَوْلَهُ لِرِيَهُ مَنْ أَيْتَنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

ترجمہ:

”پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بنہ کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد قصیٰ تک سفر کرایا، جس کے گرد اگر ہم نے برکتیں رکھیں تاکہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جانے والا ہے“

تفسیر:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد قصیٰ تک اور وہاں سے ملائی کا سفر کرایا۔ یہاں سے سورۃ الاسراء شروع ہو رہی ہے اسراء کا معنی ہے رات کو سفر کرنا اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے جیب میں ﷺ کو ایک رات میں مسجد حرام سے لے کر مسجد قصیٰ تک سیر کرائی اس سوت کی پہلی آیت میں اس کا ذکر ہے اس مناسبت سے یہ سورۃ الاسراء کے نام سے معروف ہے۔

آیت کریمہ کو لفظ (سُبْحَنَ الَّذِي) سے جو شروع فرمایا ہے اس میں ان کم فہموں کے خیال و گمان کی تردید ہے جو اس واقعہ کو محال اور ممتنع سمجھتے تھے اور اب بھی بعض جاہل ایسا خیال کرتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ میں شک کرتے ہیں، ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کو سب کچھ قدرت

ہے وہ کسی بھی چیز سے عاجز نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے وہ ہر شخص اور ہر عیب سے پاک ہے اس کی قدرت کاملہ سے کوئی چیز خارج نہیں۔

اور (آئُریٰ بَعْدِهِ) جو فرمایا اس میں رسول اللہ ﷺ کی شان عبدیت کو بیان فرمایا ہے۔ عبدیت بہت بڑا مقام ہے۔ اللہ کا بندہ ہونا بہت بڑی بات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا بندہ بنالیا اور یہ اعلان فرمادیا کہ وہ ہمارا بندہ ہے اس سے بڑا کوئی شرف نہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ احباب الاسماء الى الله عبد الله وعبد الرحمن کہ اللہ کو سب سے زیادہ پیارے نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔ (مشکوٰۃ المصانع)

اسراء کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لفظ (عَيْدَه) لانے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ واقعہ کی تفصیل سن کر کسی کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ آپ کی حیثیت عبدیت سے آگے بڑھ گئی، اور آپ کی شان میں کوئی ایسا اعتقاد نہ کر لے کہ مقام عبدیت سے آگے بڑھا کر اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت میں شریک قرار دے دے، اور جیسے نصاریٰ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی شان میں غلوکر کے گمراہ ہوئے اس طرح کی کوئی گمراہی امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں نہ آجائے۔

مسجد اقصیٰ کے بارے میں (الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ فَرِمَّا يَعْنِي جس کے چاروں طرف ہم نے برکت دی ہے، یہ برکت دینی اعتبار سے بھی ہے اور دنیاوی اعتبار سے بھی، دینی اعتبار سے تو یوں ہے کہ بیت المقدس حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عبادت گاہ ہے اور ان حضرات کا قبلہ رہا ہے اور وہ ان تین مساجد میں سے ہے جن کی طرف سفر کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس کے چاروں طرف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مدفون ہیں، اور دنیاوی اعتبار سے اس لیے با برکت ہے کہ وہاں پر انہار اور اشجار بہت ہیں، (لَرْبِّهِ مِنْ أَيْتَنَا) (تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی آیات یعنی عجائب قدرت دکھانیں) ایک رات میں اتنا مbasفر ہو جاتا اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقا تیں ہونا ان کی امامت کرنا اور راستہ میں بہت سی چیزیں دیکھنا یہ سب عجائب قدرت میں سے تھا۔

(إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) (بلا شبه اللہ سنتے والا دیکھنے والا ہے) صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ اسمیع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دعاوں کا سنتے والا ہے اور (الْبَصِيرُ) فرمایا کہ یہ ظاہر فرمادیا کہ وہ سب کچھ دیکھنے والا ہے اور رات کی تاریکی میں حفاظت کرنے والا ہے۔

سورۃ الاسراء میں مسجد اقصیٰ تک سفر کرنے کا ذکر ہے اور احادیث شریفہ میں آسانوں پر جانے بلکہ

سدرة الْمُنْتَهیٰ بلکہ اس سے بھی اوپر تک تشریف لے جانے کا ذکر ہے، اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد قصیٰ تک اوپر پھر وہاں سے ساتویں آسمان سے اوپر تک سیر کرائی پھر اسی رات میں واپس مکہ معظّمہ پہنچا دیا اور یہ آنا جانا سب حالت بیداری میں تھا اور جسم اور روح دونوں کے ساتھ تھا۔

واقعہ معراج کا مفصل تذکرہ

ہم پہلے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت نقل کرتے ہیں، ہم نے پہلے صحیح مسلم کی روایت لی ہے کیونکہ اس میں مسجد حرام سے مسجد قصیٰ تک پہنچنے کا اور پھر عالم بالا میں تشریف لے جانے کا ذکر ہے صحیح بخاری کی کسی روایت میں ہمیں مسجد حرام سے مسجد قصیٰ تک پہنچنے کا ذکر نہیں ملا اس لیے بخاری کی روایت کو بعد میں ذکر کیا ہے۔

براق پر سوار ہو کر بیت المقدس کا سفر کرنا اور وہاں حضرات انبیاء کرام (علیہ السلام) کی امامت کرنا صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپا یہ تھا اس کا قد گدھ سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی، میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ میں بیت المقدس تک پہنچ گیا میں نے اس براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے حضرات انبیاء کرام (علیہم السلام) باندھا کرتے تھے پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور اس میں دور کعتین پڑھیں پھر میں مسجد سے باہر آیا تو جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ لے کر آئے میں نے دودھ کو لے لیا اس پر جبرائیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کر لیا، پھر ہمیں آسمان کی طرف لے جایا گیا اور پہلے آسمان میں حضرت آدم اور دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسف اور چوتھے آسمان میں حضرت اوریس اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون اور پھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی اور سب نے مر جا کہا اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی ان کے بارے میں آپ نے بتایا کہ وہ البتہ المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرماتے اور یہی بھی بتایا کہ البتہ المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔

پھر مجھے سدرا الْمُنْتَهیٰ لے جایا گیا، اچانک دیکھتا ہوں کہ اس کے پتے اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹک ہوں، جب سدرا الْمُنْتَهیٰ کو اللہ کے حکم

سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا اللہ کی کسی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔

اس وقت مجھ پر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی وجہ فرمائی جن کی وجہ اس وقت فرمانا منظور تھا اور مجھ پر رات دن میں روزانہ پچاس نمازیں پڑھنا فرض کیا گیا میں واپس اتر اور موئی (علیہ السلام) پر گزر ہوا تو انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں، انہوں نے کہا کہ واپس جائیے اپنے رب سے تخفیف کا سوال کیجیے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھ سکتی، میں بنی اسرائیل کو آزمایا ہوں، آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف واپس لوٹا اور عرض کیا کہ اے رب میری امت پر تخفیف فرمادیجیے چنانچہ پانچ نمازیں کم فرمادیں میں موئی (علیہ السلام) کے پاس واپس آیا اور میں نے بتایا کہ پانچ نمازیں کم کر دی گئی ہیں انہوں نے کہا کہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھ سکتی آپ اپنے رب کی طرف رجوع کیجیے اور تخفیف کا سوال کیجیے آپ نے فرمایا کہ میں بار بار واپس ہوتا رہا (کبھی موئی (علیہ السلام) کے پاس آتا کبھی بارگاہ الہی میں حاضری دیتا) یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ روزانہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں ہر نماز کے بعد دس نمازوں کا ثواب ملے گا لہذا یہ (ثواب میں) پچاس ہی ہیں، جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے گا پھر اسے نہ کرے گا تو اس کے لیے (محض ارادہ کی وجہ سے) ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور جس شخص نے ارادہ کرنے کے بعد عمل بھی کر لیا تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر اپنے ارادے کے مطابق عمل کر لیا تو کسی برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہ کیا تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور جس شخص نے ایک گناہ لکھا جائے گا، آپ نے فرمایا کہ میں نیچے واپس آیا تو موئی (علیہ السلام) تک پہنچا اور انہیں بات بتا دی انہوں نے کہا کہ واپس جاؤ اپنے رب سے تخفیف کا سوال کرو میں نے کہا میں بار بار اپنے رب کی بارگاہ میں مراجعت کرتا رہوں یہاں تک کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ (ص ۱۹ ج)

صحیح مسلم (ص ۹۶ ج) میں بروایت ابو ہریرہ یہ بھی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں دیکھا، اسی اثناء میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان کی امامت کی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دوزخ کا دار و غہہ ہے اس کو سلام کیجیے میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے خود سلام کیا، (یہ بیت المقدس میں امامت فرمانا،

آسمانوں پر تشریف لے جانے سے پہلے واقع ہوا۔)

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر ص ۶۷ میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت جو بحوالہ ابن الہی حاتم نقل کی ہے اس میں یوں ہے (ابھی بیت المقدس ہی میں تھے) کہ بہت سے لوگ جمع ہوئے پھر ایک اذان دینے والے نے اذان دی اس کے بعد ہم صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے سب انتظار میں تھے کہ کون امام بنے گا، جبرائیل (علیہ السلام) نے میرا تھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے حاضرین کو نماز پڑھا دی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو جبرائیل نے کہا اے محمد آپ جانتے ہیں کہ آپ کے پیچھے کن حضرات نے نماز پڑھی ہے، میں نے کہا نہیں (جن حضرات انبیاء (علیہ السلام) سے پہلے ملاقات ہو چکی تھی ان کے علاوہ بھی بہت سے حضرات نے آپ کی اقداء میں نماز پڑھی تھی اور سب سے تعارف نہیں ہوا تھا اس لیے یوں فرمادیا کہ میں ان سب کو نہیں جانتا) حضرت جبرائیل نے کہا کہ جتنے بھی نبی اللہ تعالیٰ نے معموت فرمائے ہیں ان سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے (اس کے بعد آسمانوں پر جانے کا تذکرہ ہے۔)

صحیح بخاری میں واقعہ معراج کی تفصیل

صحیح بخاری میں واقعہ معراج حضرت انسؓ نے حضرت مالک بن صعصعہؓ کے واسطے سے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ میں کعبہ شریف کے قریب اس حالت میں تھا جیسے کچھ جاگ رہا ہوں کچھ سورا ہوں، میرے پاس تین آدمی آئے میرے پاس سونے کا طشت لا یا گیا جو حکمت اور ایمان سے پر تھا میرا سینہ چاک کیا گیا پھر اسے زم زم کے پانی سے دھویا گیا پھر اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا اس کے بعد اس کو درست کر دیا گیا اور میرے پاس ایک سفید چوپا یہ لا یا گیا وہ قد میں خچر سے کم تھا اور گدھے سے اونچا تھا یہ چوپا یہ براق تھا۔

میں جبرائیل (علیہ السلام) کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ قریب والے آسمان تک پہنچ گیا۔ حضرت جبرائیل نے آسمان کے خازن سے کہا کہ کھولیے اس نے سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے جبرائیل نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اس نے دریافت کیا، کیا انہیں بلا یا گیا ہے؟ جبرائیل نے جواب دیا کہ ہاں انہیں بلا یا گیا ہے اس پر مرحبا کہا گیا اور دروازہ کھول دیا گیا اور کہا گیا ان کا آنا بہت اچھا آنا ہے، ہم اور پہنچے تو وہاں حضرت آدم (علیہ السلام) کو پایا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے فرمایا مرحبا

بک من ابن و نبی بیٹے اور نبی کے لیے مرحبا، پھر ہم دوسرے آسمان تک پہنچے وہاں بھی جبرائیل سے اسی طرح کا سوال جواب ہوا جو پہلے آسمان میں داخل ہونے سے قبل کیا گیا تھا جب دروازہ کھول دیا گیا اور اوپر پہنچ تو وہاں عیسیٰ اور یحییٰ (علیہ السلام) کو پایا انہوں نے بھی مرحبا کہا ان کے الفاظ یوں تھے۔ مرحبا بک من اخ و نبی (مرحبا ہو بھائی کے لیے اور نبی کے لیے) پھر ہم تیرسے آسمان پر پہنچے وہاں جبرائیل سے وہی سوال ہوا جو پہلے آسمانوں میں داخل ہونے سے قبل ہوا تھا پھر دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچ گئے وہاں یوسف (علیہ السلام) کو پایا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے مرحبا بک من اخ و نبی کہا پھر ہم چوتھے آسمان تک پہنچے وہاں بھی جبرائیل سے حسب سابق سوال جواب ہوا، دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچ گئے وہاں اور لیں (علیہ السلام) کو پایا میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے بھی وہی کہا مرحبا بک من اخ و نبی پھر ہم پانچویں آسمان پر پہنچے تو وہاں بھی جبرائیل سے حسب سابق سوال جواب ہوا۔ دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچ وہاں ہارون (علیہ السلام) کو پایا میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے بھی مرحبا بک من اخ و نبی کہا پھر ہم چھٹے آسمان تک پہنچے وہاں بھی حسب سابق حضرت جبرائیل سے وہی سوال جواب ہوئے، جب دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچ گئے وہاں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو پایا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے بھی مرحبا بک من اخ و نبی کہا جب میں آگے بڑھ گیا تو وہ رونے لگے ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ایک لڑکا میرے بعد معموث ہوا اس کی امت کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے جو میری امت کے داخل ہونے والوں سے افضل ہوں گے (دوسری روایت میں ہے کہ اس کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت سے زیادہ ہوں گے) پھر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے وہاں بھی جبرائیل (علیہ السلام) سے حسب سابق سوال جواب ہوا جب دروازہ کھل گیا تو ہم اوپر پہنچ وہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو پایا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے فرمایا مرحبا بک من ابن و نبی حضرت آدم اور حضرت ابراہیم نے مرحبا بک من ابن و نبی فرمایا کیونکہ آپ ان کی نسل میں سے تھے۔ باقی حضرات نے مرحبا بک من اخ و نبی فرمایا۔

البیت المعمور اور سدرۃ المنشی کا ملاحظہ فرمانا

اس کے بعد ”البیت المعمور“ میرے سامنے کر دیا گیا میں نے جبرائیل سے سوال کیا یہ کیا ہے انہوں

نے جواب دیا کہ ”البیت المعمور“ ہے۔ اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں جب تک کہ جلتے ہیں تو کبھی بھی واپس نہیں ہوتے پھر میرے سامنے سدرۃ المنشی کو لا یا گیا کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بیہر بھر کے مٹکوں کے برابر ہیں اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر ہیں۔

”سدرۃ المنشی“ کی جڑ میں چار نہریں نظر آئیں دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں میں نے جبراً میل سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ باطنی دو نہریں جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری دو نہریں فرات اور نیل ہیں (فرات عراق میں اور نیل مصر میں ہے)۔

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت اوریس (علیہ السلام) حضرت نوح (علیہ السلام) کے دادا تھے اور حضرت نوح (علیہ السلام) کے بعد حضرت آدم (علیہ السلام) کی جتنی بھی نسل چلی ہے وہ حضرت نوح (علیہ السلام) سے ہے لہذا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی حضرت اوریس (علیہ السلام) کی اولاد میں ہوئے لہذا انہیں بھی مر جبا بک من ابن و نبی کہنا چاہیے تھا اگر اہل تاریخ کی یہ بات صحیح ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے انہوں کا ذکر مناسب جانا کیونکہ حضرات انبیاء (علیہ السلام) عہدہ نبوت کے اعتبار سے بھائی بھائی ہیں اور تلطیفًا و تادباؤ بن کہنا مناسب نہ جانا۔ (کذافی حاشیہ البخاری ص ۵۵ عن الکرمانی)

پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور بعد میں پانچ نمازیں رہ جانا

اس کے بعد مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں میں واپس آیا تھا کہ موئی (علیہ السلام) کے پاس پہنچ گیا انہوں نے دریافت کیا (کہ اپنی امت کے لیے) آپ نے کیا کیا، میں نے کہا مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں، موئی (علیہ السلام) نے کہا کہ میں لوگوں کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں، بنی اسرائیل کے ساتھ میں نے بڑی محنت کی ہے (وہ لوگ مفروضہ نمازوں کا اہتمام نہ کر سکے) بلاشبہ آپ کی امت کو اتنی نمازیں پڑھنے کی طاقت نہ ہو گی، جائیے اپنے رب سے (تحفیف کا) سوال کیجیے میں واپس لوٹا اور اللہ جل شانہ سے تحفیف کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے چالیس نمازیں باقی رکھیں۔ موئی (علیہ السلام) نے پھر وہی بات کہی میں نے پھر اللہ تعالیٰ سے تحفیف کا سوال کیا تو تیس (۳۰) نمازیں باقی رہ گئیں موئی (علیہ السلام) نے پھر توجہ دلائی تو تحفیف کا سوال کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں (۲۰) نمازیں کر دی گئیں۔ پھر موئی (علیہ السلام) نے اسی طرح کی بات کہی تو درخواست کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نمازیں کر دی گئیں میں

موئی (علیہ السلام) کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی میرے درخواست کرنے پر اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں باقی رہنے دیں، موئی (علیہ السلام) کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی میں نے کہا کہ میں نے تسلیم کر لیا (اب درخواست نہیں کرتا) اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندادی گئی کہ میں نے اپنے فریضہ کا حکم باقی رکھا اور اپنے بندوں کے لیے تخفیف کر دی اور میں ایک بیکی کا بدلہ دس بنائے تھا ہوں۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ص ۴۵۵ پر ہے اور صحیح بخاری میں ص ۷۱۴ پر حضرت انسؓ سے بواسطہ ابوذر جو مراج کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مر جما کہنے کے تذکرہ کے بعد یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے جبرائیل اور اوپر لے کر چڑھے یہاں تک کہ میں ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں قلموں کے لکھنے کی آوازیں آ رہی تھیں اس کے بعد پچاس نمازیں فرض ہونے اور اس کے بعد موئی (علیہ السلام) کے توجہ دلانے اور بارگاہ الہی میں بار بار سوال کرنے پر پانچ نمازیں باقی رہ جانے کا ذکر ہے اور اس کے اخیر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما لا یبدل القول لمدی کہ میرے پاس بات نہیں بدی جاتی (پچاس نمازیں فرض کر دیں تو پچاس ہی کا ثواب ملے گا) اور سدرۃ المنشتی کے بارے میں فرمایا کہ اسے ایسے رنگوں سے ڈھانپ رکھا تھا جنہیں میں نہیں جانتا پھر میں جنت میں داخل کر دیا گیا وہاں دیکھتا ہوں کہ موئیوں کے گنبد ہیں اور اس کی مٹی خشک ہے۔

ص ۴۸۱ پر بھی حضرت امام بخاریؓ نے حدیث مراج ذکر کی ہے وہاں بھی حضرت انسؓ سے بتوسط حضرت مالک بن صعصعہ النصاریؓ روایت کی ہے اس میں الbeit المعمور کے ذکر کے بعد یوں ہے کہ پھر میرے پاس ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ اور ایک برتن میں شہد لایا گیا میں نے دودھ لے لیا جس پر جبرائیل نے کہا یہی وہ فطرت، یعنی دین اسلام ہے جس پر آپ ہیں اور آپ کی امت ہے، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو حضرت موئی (علیہ السلام) نے مزید تخفیف کرانے کے لیے کہا تو آپؓ نے فرمایا سالت ربی حق استحبیت ولکنی ارضی والسم (میں نے اپنے رب سے یہاں تک سوال کیا کہ شرمگیا اب تو میں راضی ہوتا ہوں تسلیم کرتا ہوں) (انتہت روایت بخاری)

نمازوں کے علاوہ دیگر دو انعام

مراج کی رات میں جو نمازوں کا انعام ملا اور پانچ نمازیں پڑھنے پر بھی پچاس نمازوں کا ثواب

دینے کا اللہ جل شانہ نے جو وعدہ فرمایا اس کے ساتھ یہ بھی انعام فرمایا کہ سورۃ بقرہ کی آخری آیات (امن الرئوؤں) سے لے کر آخر تک عنایت فرمائیں اور ساتھ ہی اس قانون کا بھی اعلان فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے امتوں کے بڑے بڑے گناہ بخش دینے جائیں گے جو شرک نہ کرتے ہوں (مسلم ص ۹۷ ج ۱) مطلب یہ ہے کہ کبیرہ کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں نہ رہیں گے بلکہ توہہ سے معاف ہو جائیں گے یا عذاب بھگت کر چھکارا ہو جائے گا (قالہ النووی) کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

معراج میں دیدار الہی

اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شبِ معراج میں دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اور اگر روایت ہوئی تو وہ روایت بصیر تھی یا روایت قلمی تھی یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھا یادِ کی آنکھوں سے دیدار کیا۔ جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدِ یک یہی قول راجح اور حق ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کا انکار کرتی تھیں اور حضرت ابن عباسؓ روایت کو ثابت کرتے تھے اور مانتے تھے جمہور علماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

سورۃ الجم میں جو (۴۷ دَنَا فَتَدَلَّى) اور (وَلَقَدْ رَأَهُ تَزَلَّةً أُخْرَى عَنْدَ سِدْرَةِ الْمُشْتَهَى) وارد ہے اس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ (رض) فرماتی ہیں کہ ان میں جبرائیل (علیہ السلام) کا دیکھنا مراد ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حضرت جبرائیل (علیہ السلام) انسانی صورت میں آیا کرتے تھے سدرۃ المنتہی کے قریب آپ نے ان کو اصل صورت میں اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو (۶۰۰) پر تھے انہوں نے اپنی کو بھر دیا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھی یہی فرماتے تھے کہ (فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى) اور (لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَتِ زَبَرِ الْكُبْرَى) سے حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کا قریب ہونا اور دیکھنا مراد ہے۔ (صحیح مسلم مع شرح الامام النووی ص ۹۷-۹۸ ج ۱)

قریش کی تکذیب اور ان پر محبت قائم ہونا

بیت المقدس تک پہنچنا پھر وہاں سے آسمانوں تک تشریف لے جانا اور مکہ معظیمہ تک واپس آجانا ایک

ہی رات میں ہوا واپس ہوتے ہوئے راستہ میں ایک تجارتی قافلہ سے ملاقات ہوئی جو قریش کا قافلہ تھا اور وہ شام سے واپس آ رہا تھا صبح کو جب آپ نے معراج کا واقعہ بیان کیا تو قریش تعجب کرنے لگے اور جھٹلانے لگے اور حضرت ابو بکر صدیق (رض) کے پاس پہنچنے والے سے کہا کہ محمد بیان کر رہے ہیں کہ رات کو انہوں نے اس طرح سفر کیا پھر صبح ہونے سے پہلے واپس آ گئے، حضرت ابو بکر نے اول تو یوں کہا تم لوگ جھوٹ بولتے ہو ان لوگوں نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی وہ اپنے بارے میں یہ بیان دے رہے ہیں اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا ان کا ان قالہ فَقَدْ صَدَقَ کہ اگر انہوں نے یہ بیان کیا ہے تو صبح فرمایا ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ کہ آسمان سے آپ کے پاس خبر آتی ہے، اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کا لقب صدیق پڑ گیا۔ (دالائل النبوة للبنیۃ حقیقتی ص ۳۶ ج ۲ البدایہ والنہایہ)

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے پیش فرمادیا

قریش مکہ تجارت کے لیے شام جایا کرتے تھے بیت المقدس ان کا دیکھا ہوا تھا کہنے لگے اچھا اگر آپ رات بیت المقدس گئے تھے اس میں نماز پڑھی ہے تو بتائیے بیت المقدس میں فلاں چیز کیسی ہیں (یعنی اس کے ستون اور دروازوں اور دوسری چیزوں کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیا) اس وقت آپ حظیم میں تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا ان لوگوں کے سوال پر مجھے بڑی بے چینی ہوئی اس جیسی بے چینی کبھی نہیں ہوئی تھی میں نے بیت المقدس کو دیکھا تو تھا لیکن خوب اچھی طرح اس کی ہر ہر چیز کو محفوظ نہیں کیا (اس کا کیا اندازہ تھا کہ ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا) اللہ جل شانہ نے بیت المقدس کو میری طرف اس طرح اٹھا دیا کہ مجھ سے قریش مکہ جو بھی کچھ پوچھتے رہے میں ان سب کا جواب دیتا رہا۔ (صحیح مسلم) تفسیر ابن کثیر ص ۱۵ ج ۲ میں ہے کہ جب آپ نے بیت المقدس کی علامات سب بتا دیں تو وہ لوگ جو آپ کی بات پر شک کرنے کی وجہ سے بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کر رہے تھے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم بیت المقدس کے بارے میں صحیح بیان دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کو یہ بھی بتایا کہ مجھے سفر میں فلاں وادی میں فلاں قبلیہ کا قافلہ ملا تھا ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا میں نے انہیں بتایا کہ تمہارا اونٹ فلاں جگہ پر ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب میں بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا پھر جب میں واپس آ رہا تھا تو مقام فوجنان میں پہنچا دیکھا کہ وہ لوگ سو

رہے ہیں ایک برتن میں پانی تھا جسے انہوں نے کسی چیز سے ڈھانپ رکھا تھا میں نے ان کا ڈھکن ہٹایا اور پانی پی کر اسی طرح ڈھانک دیا جس طرح سے ڈھانکا ہوا تھا (اہل عرب پانی، دودھ اور دیگر معمولی چیزوں کے بارے میں عام طور سے بے اجازت خرچ کرنے پر اعتراض نہیں کرتے تھے۔ ایسی چیزوں میں بلا اجازت استعمال میں ان کے ہاں روانح عام پذیر تھا اجازت عامدہ کی وجہ سے صریح اجازت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے) آپ نے مزید فرمایا کہ دیکھو وہ قافلہ ابھی تعمیم کی گھائی سے ظاہر ہونے والا ہے ان کے آگے ایک چنگبرے رنگ کا اونٹ ہے اس کے اوپر سامان کے دبووے ہیں ایک سیاہ رنگ کا اور دوسرا سفید رنگ کا ہے، یہ بات سن کروہ لوگ جلدی تعمیم کی گھائی کی طرف چل دیئے وہاں دیکھا کہ واقعی مذکورہ قافلہ آ رہا ہے اور اس کے آگے آگے وہی اونٹ ہے جب قافلہ پر گزرنے کی تصدیق ہو گئی تو ان لوگوں نے قافلے والوں سے پوچھا کہ تم نے کسی برتن میں پانی رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے ایک برتن میں پانی ڈھانک دیا تھا پھر دیکھا کہ وہ برتن اسی طرح ڈھانکا ہوا ہے لیکن اس میں پانی نہیں ہے، پھر قافلہ والوں سے سوال کیا تھا اکوئی اونٹ بدک گیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ایک اونٹ بدک کر چلا گیا تھا ہم نے ایک آدمی کی آواز سنی جو ہمیں بلا رہا تھا کہ یہ تھا اونٹ ہے یا آوازنے کر رہم نے اسے پکڑ لیا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے قافلہ والوں کو سلام بھی کیا تھا اور ان میں بعض سننے والوں نے کہا کہ یہ محمد ﷺ کی آواز ہے۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیان فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں موسیٰ (علیہ السلام) پر گزوادہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم ص ۳۶۸ ج ۲)

ایسے لوگوں پر گزرنا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے

حضرت انسؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیان فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی اس رات میں، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے جبراہیل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو وہ باتیں کہتے ہیں جس پر خود عامل نہیں، اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ المصالح ص ۴۳۸)

کچھ لوگ اپنے سینوں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ انے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزر اجنب کے تابے کے ناخن تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے میں نے کہا اے جبرايل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی غمیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (رواہ ابو داؤد ص ۴۲۹)

• • •



از: مولانا محمد شفیق الرحمن علوی

دفتر مہمنامہ پینات، بنوری ٹاؤن کراچی

اولاد کی ظاہری و باطنی تربیت اہمیت و انداز

بچے مستقبل میں قوم کے معمار ہوتے ہیں، اگر انھیں صحیح تربیت دی جائے تو اس کا مطلب ہے ایک اپنے اور مضبوط معاشرے کے لیے ایک صحیح بنیاد ڈال دی گئی۔ بچوں کی اچھی تربیت سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے؛ اس لیے کہ ایک اچھا پودا ہی مستقبل میں تناور درخت بن سکتا ہے۔
 بچپن کی تربیت نقش علی الاجر کی طرح ہوتی ہے، بچپن میں ہی اگر بچہ کی صحیح دینی و اخلاقی تربیت اور اصلاح کی جائے تو بڑے ہونے کے بعد بھی وہ ان پر عمل پیرا رہے گا۔ اس کے برخلاف اگر درست طریقہ سے ان کی تربیت نہ کی گئی تو بلوغت کے بعد ان سے بھلانی کی زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی، نیز بلوغت کے بعد وہ جن برے اخلاق و اعمال کا مرٹکب ہوگا، اس کے ذمہ دار اور قصوردار والدین ہی ہوں گے، جنہوں نے ابتداء سے ہی ان کی صحیح رہنمائی نہیں کی۔ نیز اولاد کی اچھی اور دینی تربیت دنیا میں والدین کے لیے نیک نامی کا باعث اور آخرت میں کامیابی کا سبب ہے؛ جب کہ نافرمان و بے تربیت اولاد دنیا میں بھی والدین کے لیے وبال جان ہوگی اور آخرت میں بھی رسوائی کا سبب بنے گی۔

لفظ ”تربیت“ ایک وسیع مفہوم رکھنے والا لفظ ہے، اس لفظ کے تحت افراد کی تربیت، خاندان کی تربیت، معاشرہ اور سوسائٹی کی تربیت، پھر ان قسموں میں بہت سی ذیلی اقسام داخل ہیں۔ ان سب اقسام کی تربیت کا اصل مقصد و غرض، عمدہ، پاکیزہ، با اخلاق اور با کردار معاشرہ کا قیام ہے۔ تربیت اولاد بھی انہی اقسام میں

سے ایک اہم قسم ہے۔

آسان الفاظ میں ”تربیت“ کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ: ”برے اخلاق و عادات اور غلط ماحول کو اچھے اخلاق و عادات اور ایک صالح، پاکیزہ ماحول سے تبدیل کرنے کا نام“ تربیت ہے۔“

تربیت کی دو قسمیں

تربیت دو قسم کی ہوتی ہے: (۱) ظاہری تربیت، (۲) باطنی تربیت۔

ظاہری اعتبار سے تربیت میں اولاد کی ظاہری وضع قطع، لباس، کھانے، پینے، نشست و برخاست، میل جوں، اس کے دوست و احباب اور تعلقات و مشاغل کو نظر میں رکھنا، اس کے تعلیمی کوائف کی جانکاری اور بلوغت کے بعد ان کے ذرائع معاش کی نگرانی وغیرہ امور شامل ہیں، یہ تمام امور اولاد کی ظاہری تربیت میں داخل ہیں۔ اور باطنی تربیت سے مراد ان کے عقیدہ اور اخلاق کی اصلاح و درستگی ہے۔

اولاد کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی تربیت والدین کے ذمہ فرض ہے۔ ماں باپ کے دل میں اپنی اولاد کے لیے بے حد رحمت و شفقت کا فطری جذبہ اور احساس پایا جاتا ہے۔ بھی پدری و مادری فطری جذبات و احساسات ہی ہیں جو بچوں کی دیکھ بھال، تربیت اور ان کی ضروریات کی کفالت پر انھیں ابھارتے ہیں۔ ماں باپ کے دل میں یہ جذبات راسخ ہوں اور ساتھ ساتھ اپنی دینی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہو تو وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں احسن طریقہ سے اخلاص کے ساتھ پوری کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں اولاد کی تربیت کے بارے میں واضح ارشادات موجود ہیں۔ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”فُوَالنَّفْسَكُمْ وَأَهْلِنِيْكُمْ نَارًا وَفُوَدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ“ (السحریم: ۶)

ترجمہ: ”اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اس آگ سے بچاؤ جس کا بیندھن انسان اور پتھر ہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر و تشریح میں فرمایا کہ:

”علم وهم و آدبوهم“

ترجمہ: ”ان (اپنی اولاد) کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ۔“

فہمہئے کرام نے لکھا ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے

احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرنے کے لیے کوشش کرے۔

اولاد کی تربیت کی اہمیت کا اندازہ ان احادیث سے بھی ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

۱- ”ماَنَّ حَلَّ وَالدَّأْفَضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسِّنٍ“ (بخاری، جلد: ۱، ص: ۲۲۲)

ترجمہ: ”کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھے آداب سکھادے۔“

یعنی اچھی تربیت کرنا اور اچھے آداب سکھانا اولاد کے لیے سب سے بہترین عطیہ ہے۔

۲- ”عَنْ أَبْنَ عَبَّاسٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا حَقُّ الْوَالِدِ فِي الْوَلَدِ؟“

قال: أَنْ يَحْسِنَ اسْمَهُ وَيَحْسِنَ أَدْبَهُ“ (سنن بیہقی)

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، صحابہ گرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! والدین کے حقوق تو ہم نے جان لیے، اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ اس کا نام اچھار کئے اور اس کی اچھی تربیت کرے۔“

۳- ”یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ انسان جن کا ذمہ دار رکھوا ہے، انھیں ضائع کر دے، ان کی تربیت نہ کرے۔“

یہ بھی ضائع کرنا ہے کہ بچوں کو یونہی چھوڑ دینا کہ وہ بھکلتے پھریں، صحیح راست سے ہٹ جائیں، ان کے عقائد و اخلاق بر باد ہو جائیں۔ نیز اسلام کی نظر میں ناقصیت کوئی عذر نہیں ہے، بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں جن امور کا جاننا ضروری ہے، اُس میں کوتا ہی کرنا قیامت کی باز پرس سے نہیں بچا سکتا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”اپنی اولاد کو ادب سکھاؤ، قیامت والے دن تم سے تمہاری اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم

نے انھیں کیا ادب سکھلا یا؟ اور کس علم کی تعلیم دی؟“ (شعب الإیمان للبیہقی)

بچوں کی حوصلہ افزائی

بچہ نرم گیلی مٹی کی طرح ہوتا ہے، ہم اس سے جس طرح پیش آئیں گے، اس کی شکل و لیسی ہی بن جائے گی۔ بچہ اگر کوئی اچھا کام کرے تو اس کی حوصلہ افزائی کے لیے اس کی تعریف سے دریغ نہیں کرنا چاہیے اور اس پر اُس سے شabaش اور کوئی ایسا تخفہ وغیرہ دینا چاہیے جس سے بچہ خوش ہو جائے اور آئندہ بھی اچھے کام کا جذبہ اور شوق اس کے دل میں پیدا ہو جائے۔

بچوں کی غلطی پر تنبیہ کا حکیمانہ انداز

بچوں کو کسی غلط کام پر بار بار اور مسلسل ٹوکنا اُن کی طبیعت میں غلط چیز رائج ہونے سے حفاظت کا سبب بنتا ہے، جس سے اگر غفلت نہ بر قی گئی تو اس میں شک نہیں کہ بچوں اور بچیوں میں غلط افکار جڑ پکڑنے سے پہلے کامل طریقہ سے ان کی بیخ کرنی ہو گی۔ بچے سے خطا ہو جانا کوئی اچھنے کی بات نہیں ہے، غلطی تو بڑوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ ماحول کا بچوں پر اثر ہوتا ہے، ممکن ہے کہ غلط ماحول کی وجہ سے بچہ کوئی غلطی کر بیٹھے، تو اس صورت حال کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ بچے سے غلطی کس سبب سے ہوئی؟ اسی اعتبار سے اسے سمجھایا جائے۔ تربیت میں میانہ روی اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، مرتبی کو اس بات سے باخبر ہونا چاہیے کہ اس وقت بچہ کے لیے نصیحت کا رگر ہے یا سزا؟ تو جہاں جس قدر سختی اور نرمی کی ضرورت ہو اسی قدر کی جائے۔ بہت زیادہ سختی اور بہت زیادہ نرمی بھی بعض اوقات بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

تربیت میں تدریجی انداز اختیار کرنا چاہیے؛ چنانچہ غلطی پر تنبیہ کی ترتیب یوں ہونی چاہیے:

۱۔ سمجھانا۔

۲۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔

۳۔ مار کے علاوہ کوئی سزادینا۔

۴۔ مارنا۔

۵۔ قطع تعلق کرنا۔

یعنی غلطی ہو جانے پر بچوں کی تربیت حکمت کے ساتھ کی جائے، اگر پہلی مرتبہ غلطی ہو تو اولاً اسے اشاروں اور کنایوں سے سمجھایا جائے، صراحتاً برائی کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ اگر بچہ بار بار ایک ہی غلطی کرتا ہے تو اس کے دل میں یہ بات بٹھا سکیں کہ اگر دو بارہ ایسا کیا تو اس کے ساتھ سختی بر قی جائے گی، اس وقت بھی ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت نہیں ہے، نصیحت اور پیار سے اسے غلطی کا احساس دلایا جائے۔

پیار و محبت سے بچوں کی تربیت و اصلاح کا ایک واقعہ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں رسول اللہ ﷺ کے زیر تربیت اور زیر کفالت تھا، میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”یا علام سَمِّ اللہِ! وکل یہینک وکل

مایلیک ”اے بڑے کے! اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔“ اگر نصیحت اور آرام سے سمجھانے کے بعد بھی بچہ غلطی کرے تو اسے تنہائی میں ڈالنا جائے اور اس کام کی برائی بتائی جائے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کو کہا جائے۔ پھر بھی اگر بازنہ آئے تو تھوڑی پٹائی بھی کی جاسکتی ہے۔ تربیت کے یہ طریقے نو عمر بچوں کے لیے ہیں؛ لیکن بلوغت کے بعد تربیت کے طریقے مختلف ہیں، اگر اس وقت نصیحت سے نہ سمجھے تو جب تک وہ اپنی برائی سے بازنہ آئے اس سے قطع تعلق بھی کیا جا سکتا ہے، جو شرعاً درست ہے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے ایک رشتہ دار تھے جو ابھی بالغ نہ ہوئے تھے، انہوں نے کنکر پھینکا تو حضرت عبداللہؓ نے منع کیا اور فرمایا کہ رسول اللہؓ نے کنکر مارنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ: ”إِنَّهَا لِاتْصِيدِ صِيدًا“ اس سے کوئی جانور شکار نہیں ہو سکتا، اس نے پھر کنکر پھینکا تو انہوں نے غصہ سے فرمایا کہ میں تمہیں بتلارہا ہوں کہ رسول اللہؓ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تم پھر دوبارہ ایسا ہی کر رہے ہو؟ میں تم سے ہر گز بات نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی اپنے بیٹے سے ایک موقع سے قطع تعلق کیا تھا اور مرتبے دم تک اس سے بات نہ کی۔

بچوں کو ڈالنٹے اور مارنے کی حدود

بچوں کی تربیت کے لیے ماں باپ یا استاد کا انھیں تھوڑا بہت، ہلاکا ہلاکا مارنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے؛ بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔ اس معاملہ میں افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ غصہ میں بے قابو ہو جانا اور حد سے زیادہ مارنا یا بچوں کے مارنے ہی کو غلط سمجھنا دونوں باقیں غلط ہیں۔ پہلی صورت میں افراط ہے اور دوسری میں تفریط ہے۔ اعتدال کا راستہ وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمایا کہ ”اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو؛ جب کہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور ان کو نماز نہ پڑھنے پر مارو؛ جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔“ (مشکوٰۃ) اس حدیث سے مناسب موقع پر حسب ضرورت مارنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

مارنے میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ اس حد تک نہ مارا جائے کہ جسم پر مار کا نشان پڑ جائے۔ نیز جس وقت غصہ آر رہا ہو، اس وقت بھی نہ مارا جائے؛ بلکہ بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس وقت مصنوعی غصہ ظاہر کر کے مارا جائے؛ کیونکہ طبعی غصہ کے وقت مارنے میں حد سے تجاوز کر جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور مصنوعی غصہ میں یہ خطرہ نہیں ہوتا، مقصود بھی حاصل ہو جاتا ہے اور تجاوز بھی نہیں ہوتا۔

لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دینا گناہ ہے

اولاد اللہ تعالیٰ کی بیش بہانہت اور تجھہ ہے، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے بچوں پر حرم و شفقت کے معاملہ میں مذکور و موصوف میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ جو والدین لڑکے کی بہ نسبت لڑکی سے امتیازی سلوک کرتے ہیں، وہ جاہلیت کی پرانی برائی میں مبتلا ہیں، اس طرح کی سوچ اور عمل کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ دینی اعتبار سے تو اس پر سخت عویدیں وارد ہوئی ہیں۔ لڑکی کو مکمل تصحیح نہ والا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے سے ناخوشی کا انہصار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُسے لڑکی دے کر کیا ہے، ایسے آدمی کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ تو کیا پوری دنیا بھی مل کر اللہ تعالیٰ کے اس اُتل فیصلہ کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ یہ درحقیقت زمانہ جاہلیت کی فرسودہ اور قبیح سوچ ہے، جس کو ختم کرنے کے لیے رحمۃ للعابین صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین اور تربیت کرنے والوں کو لڑکیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی بار بار نصیحت کی۔

اولاد کے درمیان برابری اور عدل

ابوداؤ دشیریف میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث ہے:

”قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: اعدلوا بین أبنائکم اعدلوا بین

أبنائکم اعدلوا بین أبنائکم“ (ابوداؤ د، جلد: ۲، ص: ۱۳۳)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو، اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو، اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو۔“

مطلوب یہ ہے کہ ظاہری تقسیم کے اعتبار سے سب بچوں میں برابری کرنی چاہیے، کیونکہ اگر برابری نہ ہو تو بچوں کی دل شکنی ہوتی ہے۔ ہاں! فطری طور پر کسی بچے سے دلی طور پر زیادہ محبت ہو تو اس پر کوئی پکڑنہیں؛ بشرطیکہ ظاہری طور پر برابری رکھے۔ حدیث میں تین بار مکمل برابری کی تاکید آتی ہے جو اس کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے، یعنی اولاد کے درمیان برابری کرنا واجب ہے، اور برابری نہ کرنا ظلم شمار ہو گا۔ اور اس کا خیال نہ رکھنا اولاد میں احساسِ کمتری اور با غیانہ سوچ کو جنم دیتا ہے، جس کے بعد بھی انک نتناج سامنے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان والدین کو اپنی اولاد سے متعلق ذمہ داریاں احس طریقہ سے نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



مفہیم الحسن

شعبہ تصنیف و تالیف

جامع فاروقی کراچی

علم مقامات کا مختصر تعارف اور ان مقامات میں تلاوت کا ایک جائزہ

قرآن کریم کو خوش آوازی اور نغمگی کے ساتھ پڑھنا محمود بھی ہے اور مطلوب بھی ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش آوازی میں تلاوت کو پسند فرمایا ہے، اس کی ترغیب دی ہے، بعض اوقات آپ خوش آواز صحابی سے تلاوت کی خواہش فرماتے اور بہت اہتمام کے ساتھ اس کی تلاوت سنتے، خوش آواز قاری کے لیے کسی مومن کا دل خوش کرنے یا قرآن کی عظمت کو عیاں کرنے کے لیے پہ تکلف آواز کو خوبصورت بنانا کرتا تلاوت کرنا بھی کارثوں کا ہے، عمل ریا کے دائرے میں نہیں آتا، جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں ”لَخَرَّهَا حَبْرًا“ اور بھی خوبصورت آواز بنانے کر پڑھتا، (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور زیادہ فرحت و مسرت ملتی)۔

آواز میں خوبصورتی، نغمگی اور تننم پیدا کرنے کے لیے آواز کو گلے کے مختلف حصوں سے نکالا جاتا ہے، جسے ”ٹئر“ کہتے ہیں۔ اس مخصوص طریقہ ادائیگی سے لفظ کبھی فرحت و مسرت کا تاثر دیتا ہے، کبھی روتا بسوارتا ہے، کبھی خوف دلاتا ہے، کبھی لبھاتا ہے، کبھی احساس ندامت سے روشناس کرتا ہے تو کبھی امیدوں کے جلوے دکھاتا ہے، ان سُرروں کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں، ان کیفیات خاصہ کو عربی میں مقامہ کہتے ہیں۔

مقامات لفظ کے معنوی تاثر کو زیر و بم، اتار و چڑھاؤ، سختی، نرمی کے ذریعے صوتی شکل دے کر جذبات و احساسات کی ترسیل کا فریضہ انجام دیتے ہیں، ان مقامات سبعہ کو اہل فن نے ایک جملے میں بندر کر دیا ہے: ”صُبْعَ بَسْخُرٌ“۔ ”ص“ سے مقام صبا۔ ”ن“ سے نہادند۔ ”ع“ سے عجم (چہارگاہ)۔ ”ب“ سے بیات۔ ”س“ سے سیکا (سیگا)۔ ”ح“ سے جاز، اور ”ر“ سے رست مراد ہے۔ اس فن کو علم المقامات، علم الانغمات اور علم الہجات بھی کہا جاتا ہے۔ اس علم کا تعلق قرآن کریم کے جمالیاتی پہلو سے ہے۔

مقامات کا مختصر تعارف

۱۔ مقام صبا: یہ غم و حزن اور حسرت کا لمحہ ہے، یہ خوف والم کی کیفیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اس لمحے میں جہنم، قیامت، عذاب، حسرت، ندامت کے مفہوم پر مشتمل آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رکھیں کہ ہر لمحہ کے تین درجات ہوتے ہیں: قرار، جواب، جواب الجواب۔ ”قرار“ ابتدائی درجہ ہے جس میں آواز پست ہوتی ہے۔ ”جواب“ دوسرا درجہ ہے جس میں آواز پہلے کی نسبت بلند ہوتی ہے اور جواب الجواب تیسرا درجہ ہے جس میں آواز کی اٹھان بہت بلند ہوتی ہے۔

۲۔ مقام نہادند: یہ خوشی اور فرحت کا لمحہ ہے اور بعض اوقات اس میں غم کی بھی آمیزش ہوتی ہے۔ نرمی، محبت، شفقت کا لطیف غضر بھی اسی لمحہ میں پایا جاتا ہے۔ جنت، نعمہائے جنت، خوشی و فرحت اور خدا کے فضل و احسان کے تذکرے پر مشتمل آیات اسی لمحے میں پڑھی جاتی ہیں۔ چونکہ اس لمحے میں غم کی آمیزش بھی ہے، اس لیے بعض اوقات آیات غم بھی اس لمحے میں پڑھی جاتی ہیں۔ اسی طرح صفات الہی کے متعلق آیات اور احکام و اخلاق کے متعلق آیات بھی اس لمحے میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ پسکون اور ٹھہراؤ والا لمحہ ہے۔

۳۔ مقام عجم (چہارگاہ): یہ قوت، جلال اور عظمت کا لمحہ ہے۔ اس میں وہ آیات پڑھی جاتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی، جلال و قوت کا اظہار ہوتا ہے۔

۴۔ مقام بیات: اس لمحے کو تمام لہجوں کی ماں کہا جاتا ہے۔ قراءۃ تلاوت کی ابتدائی لمحے سے کرتے ہیں، اسی لمحے سے دوسرے لہجوں کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ یہ لمحہ بہت وسیع ہے۔ خوشی، غم، جلال کی ساری کیفیتیں اس میں ڈھلن سکتی ہیں۔ اس لمحہ میں حدر رزیادہ پڑھی جاتی ہے۔

۵۔ مقام سیکا (سیگا): یہ لمحہ خوشی اور غم کی دونوں کیفیتوں کو صوتی شکل دیتا ہے۔ اس لمحہ میں قیامت،

سوال وجواب، استفہام اور زجر و تو نیخ کے مضامین پر مشتمل آیات پڑھی جاتی ہیں۔
۶۔ مقام حجاز: اس لہجہ میں غم، اشتیاق، یادیں، تمبا اور چاہتوں کا احساس پایا جاتا ہے۔ یہ بہت خوبصورت لہجہ ہے۔

۷۔ مقام رست: اسے ”رصد“ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بہت وسیع اور جگیل مقام ہے۔ اس میں قوت، صلابت، رحمت اور وقار پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے ملک المقامات اور ابوالغنم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ائمہ حرمین کی تلاویں عموماً اسی لہجہ پر منطبق ہوتی ہیں۔ محمد باری تعالیٰ، اسماء حسنی، فصوص و واقعات، فقہی آیات اور دعاوں پر مشتمل آیات اس لہجے میں پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

یہ مختصر تعارف ہے۔ تفصیل کے لیے اس فن کی کتب سے استفادہ کریں۔

مولانا عزیز احمد یوسف زی صاحب کا ایک مفصل مضمون ”علم النغمات“ یا ”قرآن کریم کے لہجات کا فن“ کے عنوان سے ماہ نامہ ”بینات“ کے شمارے ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ میں شائع ہوا ہے۔ اہل ذوق اور باخصوص مبدئین کے لئے اس کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

مقامات میں تلاوت کرنے کا جائزہ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن کریم کو نغموں کے قواعد اور اصول میں پڑھنا جائز ہے؟ اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ احادیث شریفہ میں خوش آوازی اور خوشحالی کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، ایک حدیث میں یہاں تک ہے کہ ”من لم یَتَعَنَّ بِالْقُرْآنَ فَلَيَسْ مِنَّا“ کہ جس نے خوش آوازی کے ساتھ قرآن نہیں پڑھا وہ ہماری جماعت کا حصہ نہیں ہے۔

مگر ان سرہوں اور مقامات میں الفاظ ڈھال کر خوشحالی، نغمگی پیدا کرنے کے جواز و عدم جواز میں سلف کا اختلاف رہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”فتح الباری، کتاب فضائل القرآن“ کے باب ”من لم یَتَعَنَّ بالقرآن“ میں تفصیلی بحث کی ہے، اس کے مطالعے سے تین موقف سامنے آتے ہیں۔

۱۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا موقف جواز کا ہے۔ ان کے نزدیک خوشحالی کے لیے یہ مقامات سب کا درجہ رکھتے ہیں، اس کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس بحث میں حافظ صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں: ”جو بات دلائل سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھنے میں حسن صوت

مطلوب ہے، اگر کسی کی آواز اچھی نہ ہو تو اچھی بنانے کی کوشش کرے، جیسا کہ ابن ابی ملکیہ نے فرمایا: اور اس کی تحسین کا طریقہ یہ ہے کہ دوران تلاوت نغموں کے قواعد کی رعایت کرے، مگر تجوید کے قواعد کی رعایت کرتے ہوئے۔

۲۔ دوسرا موقف کراہت ہے۔ امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، حسن بصری فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ شافعیہ میں امام غزالی اور حنفیہ میں سے صاحب الذخیرہ نے بھی کراہت کا قول کیا ہے۔
۳۔ تیسرا قول حرمت کا ہے۔

یہ موقف امام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔ ابو طیب طبری، علی بن محمد بن حبیب ماوردی اور ابن حمدان حنبیلی نے بھی اہل علم کی ایک جماعت سے حرمت کا قول نقل کیا ہے۔

یہی موقف ابن کثیر رحمہ اللہ کا ہے۔ ایک مقام پر انہوں نے قوانین نغمہ کی رعایت کر کے تلاوت کرنے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: ”ولما الأصوات بالنغمات المحدثة المركبة على الأوزان والأوضاع الملهمية والقانون الموسيقائي فالقرآن ينزع عن هذا ويجل وبعده أن يسلك بأداء ه هنا المسلك“۔ (فضائل القرآن لابن کثیر: ۱۲۶)

”بعض نغمات کی وہ ادائیں جو لہو و لعب اور موسيقی کے اوزان و قواعد سے وجود میں آتی ہیں، قرآن کریم ایسی آوازوں سے پاک ہے، قرآن کریم اس سے بلند و عظیم ہے کہ اسے شروں میں ڈھال کر پڑھا جائے۔“
اس موضوع پر سلف صالحین کے اقوال اور شارحین کی ابجاث دیکھنے کے بعد جو تنخ سامنے آتے ہیں
ان کو سامنے رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ

۱۔ اس پر تمام سلف صالحین، محدثین، ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا مطلوب ہے اور خوش آوازی کے لیے جائز حدود میں تکلف سے کام بھی لیا جا سکتا ہے۔
۲۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ہر آواز کسی نہ کسی سر، راگ اور مقامہ پر منطبق ہوتی ہے، خواہ اس کا رادہ کیا گیا ہو یا نہیں، بلکہ بے شعور حیوانوں کے منہ سے نکلنے والی آوازیں بھی اہل فن کے نزدیک کسی نہ کسی مقامہ پر منطبق ہوتی ہیں۔

۳۔ قوانین نغم، صوتی تاثر پذیری کے لیے اسباب کا درجہ رکھتے ہیں۔ فی نفسہ یہ اسباب گناہ کے

زمرے میں آتے ہیں اور نہ ہی ثواب کے زمرے میں، جس طرح خلائق صوتی حسن خدا کی عطا کردہ نعمت ہے، اب انسان اسے طاعت میں صرف کرے یا نافرمانی میں، اس کے اختیار میں ہے۔

۲۔ صوتی تاثر پذیری کے ان اسباب پر گویوں کا استحقاق جتنا کر بالکل یہ اسے رد کر دینا اور اس سے مدد لینے کو حرام کہنا قرین انصاف نہیں ہے، اس لیے چند شرائط ملحوظ خاطر رکھ کر استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

پہلی شرط: تلاوت میں تجوید کے قواعد کی مکمل رعایت رکھی جائے، اگر قوانین نغم کی وجہ سے الفاظ میں بے جا مدد و جزر پیدا ہو، یا بے جادف، یا اصل ہو تو پھر قوانین نغم کی رعایت کرنا حرام ہے۔

دوسری شرط: تلاوت عرب کے لمحے میں کی جائے، قواعد نغم کی وجہ سے تلاوت نغم کے لمحے میں تبدیل نہ ہو۔

تیسرا شرط: تلاوت قرآن کا اصل مقصد فوت نہ ہو، وہ ہے تذکیرہ و موعظت، رقت اور دسوی، اگر قوانین نغم کی وجہ سے تلاوت تذکیرہ کی بجائے تفریح کا باعث بن جائے تو پھر ان سے مدد لینا جائز نہیں ہے۔

چوتھی شرط: الفاظ میں تاثر پذیری کا مقصد قوانین نغم کی مبادیات جانے کے بعد حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس سے بڑھ کر اس کی تعلیم میں غلوکرنا اور تلاوت میں غیر معقولی تکلف کر کے اس کے اصول و فروع میں ڈھانے کو ہی مقصد بنالینا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

پانچویں شرط: دوران تلاوت گویوں کی طرح کی حرکتیں کرنا، ساز کا تصور لا کر انگلیاں گھولنا بند کرنا، ہاتھوں کو اوپر، نیچے لہرا کر مختلف راگ اور شروں کی طرف اشارہ کرنا سوء ادب اور مذموم ہے۔ فساق کی مشاہدہ اختیار کر کے قرآن کریم سے تذکیرہ حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہ ساری باتیں سلف صالحین کی ان آراء کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں، جو قوانین نغم سے استفادے کی گنجائش دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص قرآنی مضامین میں عمق اور اس کے فہم کا ادراک رکھتا ہو، اس کے لمحے میں خود بخود زیر و بم، مدد و جزا جاتا ہے، جو رقت اور خشیت کے جذبات پیدا کرتا ہے، تلاوت کا یہی فطری طریقہ سب سے احتواء و سب سے اسلام طریقہ ہے۔

• • •

از "حاجی صاحب نمبر"

مرتب: مولانا محمد ذکری

سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب

مجد و تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کی ساتھ ہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب کی جدا ایقیناً ایک عظیم قومی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پڑنہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہالے ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کے حقیقی احوال و واقعات مجھت ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردانہ کے درخشش پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مددل ہکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحب کے سوانح حیات، دینی و تعلیمی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد ازاں کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں کیجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو محمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے، جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک بھی گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے، قارئین کے فائدے اور رجھپی کے لئے اسے "ماہنامے" میں قطع و ارشائے کیا جائے گا۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

مسلمانوں میں دینی طلب اور قدر کا فقدان

آپ نے یہ اچھی طرح محسوس کر لیا کہ ایسی حالت میں کہ مسلمانوں میں ایمان و یقین رو بہ تنزل ہیں، دین کی قدر و عظمت دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے، عام مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جا

رسے ہیں، لہذا ان کی تکمیلی شعبوں کا قیام جودین کے جڑ پکڑ جانے کے بعد کی چیزیں ہیں ذرا قبل از وقت باقی ہیں۔ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں ”اب سے پندرہ برس پہلے اپنی کوتاہ نظر سے لیکن اللہ کی دی ہوئی بصیرت سے میں نے اہل دفا کی طبائع کے سیل کو بھانپ لیا تھا اور یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ رفتار مکاتب اور مدارس کی جو چل رہی ہے یعنی لوگوں کا میلان اور ان کی رغبت (جس کی وجہ سے مکتبوں اور مدرسوں میں مخاصانہ کوشش کرنے والے کھڑے ہوتے ہیں اور چندہ دینے والے چندہ دیتے ہیں) یعنی قریب ختم ہونے والی ہے اور آگے چل کر راستہ ان کا مسدود ہے۔

آپ نے ان دینی مرکزوں میں رہ کر اپنی ذکاوت حس اور فراست ایمانی سے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ علوم دینیہ دنیا طلبی کی وجہ سے اور ایمان اجر طلبی کی وجہ سے ان طلبہ کے لیے غیر نافع بلکہ ان کے لیے وباں اور جحث بنتے جا رہے ہیں اور دوسرا طرف عام مسلمانوں کی عدم تو قیر اور احترام اور ناقدر دانی کی وجہ سے وہ علوم ضائع اور ان کے لیے قہر کا باعث ہوتے جا رہے ہیں، ایسی حالت میں ان مدارس کا نفع اور ان علوم کی برکت و تائید بھی روز بروز اٹھتی جا رہی ہے، ان دو باتوں پر نظر کرتے ہوئے میں نے اس طرز کی طرف اپنی توجہ کو مبتدول کیا۔

مدینہ منورہ کے قیام میں مولانا الیاسؒ کا عجب اضطراب و بے چینی

۱۳۲۲ھ میں مدینہ منورہ کے قیام کا زمانہ جب ختم ہوا اور رفقاء چلنے کے لیے تیار ہوئے تو انہوں نے مولانا کو عجیب بے چینی اور اضطراب میں پایا۔ آپ کسی طرح مدینہ منورہ سے جدا ہونے پر راضی نہ تھے، مولانا فرماتے ہیں کہ: ”مدینہ کے اس قیام کے دوران مجھے اس کام کے لیے بشارت ہوئی کہ ہم تم سے کام لیں گے، کچھ دن بے چینی میں گزرے کہ میں نحیف و ناتوان کیا کر سکوں گا، کسی عارف سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے، یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کرو گے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے، اس سے بڑی تسکین ہوئی اور آپ نے مدینہ منورہ سے مراجعت فرمائی۔“

میوات میں کام کا استحکام اور میوات کے باہر شہروں میں دعوت و تبلیغ

ہندوستان واپس آ کر آپ نے میوات میں اپنی تبلیغی سرگرمی بہت بڑھا دی، بکثرت دورے اور جلسے اور گشت ہوئے، اور میواتی جماعتیں یوپی کے شہروں اور قصبات میں پھر نے لگیں، شہری مسلمانوں کی طرف بھی دعوت کا رُخ ہوا، شہروں میں دینداری ضرور موجود تھی، مگر وہ برابر سمعتی اور سکرتی چلی جا رہی تھی، مولانا کی آنکھوں

کے سامنے دین داری میں سخت انحطاط و تنزل ہو گیا تھا اور جہاں صدیوں سے علم و ارشاد کی شمع روشن چلی آ رہی تھی اور دیے سے دیا جلتا چلا آ رہا تھا وہ بنور ہوتے چلے جا رہے تھے۔ جو اٹھتا تھا اپنی جگہ خالی چھوڑ جاتا تھا اور پھر وہ جگہ تاریک ہو جاتی تھی، مولانا اس نقصان کی تلافی اس طرح کرنا چاہتے تھے کہ دین عام طور پر مسلمانوں میں پھیلے اور دین داری عام ہو، پھر ان میں خواص اہل دین پیدا ہوں یہی پھیلے بھی ہوا ہے اور اسی طرح اب بھی ہو تو کام چل، علم دین کا حال دین داری سے بدتر تھا، وہ تو بہت پھیلے خاص الخاص لوگوں کے گھرانوں سے مخصوص ہو کر رہ گیا، عام مسلمان دین سے بالکل بے بہرہ ہوتے چلے جا رہے ہیں، مولانا کار جان اس بارے میں یہی تھا کہ علم دین مسلمانوں میں پھیل جائے اور کوئی مسلمان ایسے ضروری علم دین سے جس کے بغیر بحثیت مسلمان کے زندگی گزارنا مشکل ہے بے بہرہ نہ رہے۔ پھر ان میں خواص اہل علم ماہر فن اور صاحب فضیلت پیدا ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے نام ایک خط

حضرت شیخ کو اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں: ”عرصہ سے میرا اپنا خیال ہے کہ جب تک علمی طبقہ کے حضرات اشاعت دین کے لیے خود جا کر عوام کے دروازوں کو نہ کھٹکھٹائیں اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کام کے لیے گشت نہ کریں، اس وقت تک یہ کام درجہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا، یونکہ عوام پر جو اثر اہل علم کے عمل و حرکت سے ہو گا وہ ان کی دھوادیں دار تقریروں سے نہیں ہو سکتا، اپنے اسلاف کی زندگی سے بھی یہی نمایاں ہے جو آپ حضرات اہل علم پر بخوبی روشن ہے۔

درس و تدریس سے تعلق رکھنے والے بعض بزرگوں کو شعبہ تھا کہ تبلیغ و اصلاح کی اس کوشش میں مد رسین اور طلبہ مدارس کا اشتغال ان کے علمی مشاغل اور علمی ترقی میں حارج ہو گا، لیکن آپ جس طرح اور جس منہج پر علمائے مدارس اور طلبہ سے یہ کام لینا چاہتے تھے وہ درحقیقت علماء اور طلبہ کے علوم کی ترقی اور پختگی کا ایک مستقل انتظام تھا، ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں: ”علم کے فروع اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروع اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروع اور ترقی پاسکلتا ہے، میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے، یہ میرے لیے خسراں عظیم ہے، میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ مدارس جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے۔“

ایک ایسے ہی موقع پر ایک دینی مدرسہ کے ایک ذمہ دار کو تحریر فرمایا: ”میں کون سی قوت سے سمجھا گوں اور

کون سی زبان سے بیان کروں اور اس کے علاوہ کون سی قوت سے اپنے دماغ میں بساوں، اور متنقین اور بدیہی امر معلوم کو مجھوں اور مجھوں کو معلوم کیوں کر بناوں؟ میرے نزدیک صاف صاف ان فتوں کے دریائے انگل اور ان ظلمات کی جمنا کے سیل کے روکنے کی سد سکندری میری والی تحریک میں قوت کے ساتھ اپنی قوت جہد کو، اندر ورنی جذبات کو اور ہمت کے ساتھ جملہ مسامی کو متوجہ کر دینے کے سوا کوئی صورت نہیں، غیب سے اس تحریک کی صورت کا نمایاں ہو جانا یہ صرف اس وبا کا علاج ہے۔ جیسا کہ عادتِ از لیہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ و با کے مناسب علاج بھی پیدا فرمایا کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ کے پیش کئے ہوئے علاج اور نعمت کا توجہ سے استقبال نہ کرنا کچھ بہتر نہیں ہوا کرتا۔

اسی لیقین اور اسی درد اور اسی خطرہ اور خوف کو ایک دوسرے گرامی نامہ میں اس طرح ظاہر فرماتے ہیں: ”میں آپ سے کن الفاظ کے ساتھ ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کس بے کلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں، میرے عزیز دوست بات یہ ہے کہ اس تحریک میں کھڑے ہونے سے جس قدر اللہ جل جلالہ کی رضا اور اس کے قرب اور اس کی نصرت اور اس کا فضل و کرم کھلا اور کثرت سے نظر آ رہا ہے، وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے اس قدر بڑے مہمان کا استقبال اور اکرام و تشریف اس کے مناسب نہ ہو کر موجب حرمان و خسaran اور بدیہی نہ ہو“ (دنی دعوت)

سو ز دروں

لیکن ایک طبیعت کا چشمہ رواں اعلیٰ اور بہنے کے لیے بے تاب تھا، اور طبعی ارتقاء کے لحاظ سے اس کا وقت آ گیا تھا کہ یہ دعوت عام ہو، ہاتھ غیب کی زبان پر بھی بہت دنوں سے تھا۔

ایک سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی

ادھر مولانا کی طبیعت پر دعوت کا غلبہ روز بڑھتا جا رہا تھا، مضمایں و علوم کا شدت سے قلب پر رور دھما،
دعوت اور نظام کے مختلف گوشے اور پہلو نظر کے سامنے آتے جاتے تھے، اور ان کے نصوص اور آخذ کتاب و سنت،
سیرت رسول اور صحابہ کرام ﷺ کی زندگی میں مل رہے تھے۔

میواتی اگرچہ ان بلند اور دقیق علوم سے عملی مناسبت نہیں رکھتے تھے مگر اس کام سے روچی مناسبت رکھتے تھے، قوتِ عمل میں اہل شہر اور اہل علم سے بہت بڑھے ہوئے تھے، پندرہ بیس برس کی لگا تاریخ جدوجہد کا حاصل اور

تحریک کا سرمایہ تھے، مولانا اس حقیقت سے خوب واقف تھے اور آپ نے اس کا بارہا اعتراف فرمایا، چند میواتی احباب کو ایک خط میں اپنے دل کی بات لکھتے ہیں:

”میں اپنی قوت اور ہمت کو تم میوا تو پر خرچ کر چکا، میرے پاس بجز اس کے کتم

لوگوں کو اور قربان کردوں کوئی اور پونچی نہیں، میرا ہاتھ بٹاؤ۔“

ایک خط میں لکھتے ہیں: ”دنیاوی کاروبار میں مصروف رہنے والے بہترے ہیں، دین کے فروع کے لیے
گھر بارچھوڑنا اس وقت اللہ نے میوؤں کو نصیب کیا ہے۔“

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”جس قوم کی پستی کلمہ لا الہ الا اللہ کے لفظوں سے بھی گرچکی ہو وہ
ابتداء سے درستی کئے بغیر انتہاء کی درستی کی کب قابل ہو سکتی ہے، اس لیے میں نے درمیانی اور انتہائی خیالات
باکل نکال دیے، ابتداء درست ہو کر راستہ پر پڑ جائیں گے تو انتہاء پر خود بھی پہنچ جائیں گے اور ابتداء کے بگڑے
ہوئے کا انتہا کی درستی کا نخیال ہوس اور بوالہوئی کے سوا کچھ نہیں۔“

اسی بنا پر آپ اپنی اس دعوت و تبلیغ کو (جو مسلمانوں میں ایمان پیدا کرنے اور اصول دین کا رواج دینے
کے لیے تھی) تحریک ایمان سے موسم کرتے تھے، اور مذہب کی بقاء کے لیے اس کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ اس
کے لیے ہر قربانی اور ہر طرح کی قدر دنی کو کم سمجھا جاتا تھا۔

ایک گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں ”ہماری یہ تحریک ایمان جس کی حقانیت کو اہل جہاں تسلیم کر جکے ہیں، اس
کے عمل میں آنے کی صورت بجراں کے کہ ہر آدمی لاکھ جان کے ساتھ قربان ہونے کو تیار ہو اور کوئی ذہن میں نہیں آتی۔“

ایک جگہ فرماتے ہیں: ”میں نے یہ طے کیا کہ اللہ نے ظاہر و باطن کی جو تو تیں بخشنی ہیں، ان کا صحیح مصرف یہ

ہے کہ ان کو اسی کام میں لگایا جائے جس طرح حضور ﷺ نے اپنی قوتیں صرف فرمائیں اور وہ کام ہے اللہ کے
بندوں کو اور خاص طور سے غافلوں، بے طلبیوں کو اللہ کی طرف لانا اور اللہ کی باتوں کو فروغ دینے کے لیے جان کو
بے قیمت کرنے کا رواج دینا۔ بس ہماری تحریک یہی ہے اور یہی ہم سب سے کہتے ہیں، یہ کام اگر ہونے لگے تو
اب سے ہزاروں گناز یادہ مدرسے اور ہزاروں گناز یادہ خانقاہیں قائم ہو جائیں، بلکہ ہر مسلمان مجسم مدرسہ اور
خانقاہ ہو جائے اور حضور ﷺ کی لائی ہوئی نعمت اس عمومی انداز سے بُنے لگے جو اس کے شایان شان ہے۔“

• • •

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن

دینی مجالس کے آداب

اللہ تعالیٰ کے دین کی مبارک مجالس میں شرکت کرنا علم کے حصول کا سبب، عمل کے جذبے کا باعث، خیر و عافیت کا وسیلہ اور ہدایت کا ذریعہ ہوتا ہے ان مجالس کے فوائد تجھی حاصل ہوتے ہیں جب حقوق و آداب ملحوظ رکھے جائیں۔ چند یہ ہیں:

اخلاص نیت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سننا: تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ (صحیح البخاری)

تحصیل علم کے لیے شریک ہوں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے راستے پر چلتے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں۔ (جامع الترمذی)

فائدہ: مجلس میں خاموشی سے آ کر بیٹھ جائیں، بلند آواز سے سلام و کلام نہ کریں۔ اکتاہٹ کا اظہار بھی نہ کریں۔ بار بار انگڑا بیاں اور جمایاں نہ لیں۔

باوضور ہیں:

وضو کی اپنی تاثیر ہوتی ہے کہ انسان کو سنبھالنے کا شکار ہوتا ہے، عمل کا جذبہ بڑھتا ہے اور سب سے بڑھ کر کہ بندہ شیطانی و سادوں کا بہت کم شکار ہوتا ہے۔

وقت کی پابندی کریں:

کوشش کریں کہ وقت سے کچھ پہلے پہنچیں، پہلے آگے والی صفوں میں ترتیب سے جگہ بنائیں پھر درجہ درجہ پہنچے جگہ بناتے جائیں بصورت دیگر کندھے نہ پھلانگیں۔

راستوں پر نہ کھڑے ہوں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستوں میں بیٹھنے (اور بلاوجہ کھڑا ہونے) سے بچو۔ (صحیح البخاری)

صرف نیک مجلس اختیار کریں:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اور براء ہم نشین کی مثال کسی تو نیکی کی سی ہے۔ مشکل نیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشکل نیچنے والے کے پاس سے تم دوا جھائیوں میں سے ایک ضرور ہی پاؤ گے۔ یا مشکل ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوبیوں پر ضرور ہی پاسکو گے۔ باقی لوہار کی بھی یا تو وہ تمہارے بدن اور کپڑوں کو جھلسادے گی ورنہ تم اس کی بدبو تو ضرور ہی پاؤ گے۔ (صحیح البخاری)

مجلس میں کشادگی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مردی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سننا: بہتر مجلس وہ ہے جس میں زیادہ لوگوں کا بنزو بست ہو۔ (سنن ابی داؤد)

جوہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں:

حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تو جوہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے۔ (سنن ابی داؤد)

نئے آنے والے کو جگہ دیں:

ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلس میں دوسروں کے لیے گنجائش پیدا کرو تو گنجائش پیدا کر دیا کرو (اس کے بدلے) اللہ تمہارے لیے وسعت پیدا کرے گا۔ (سورۃ الحجادۃ)

گنجائش ہو تو بیٹھ جائیں:

حضرت مصعب بن شیبہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مردی ہے کہ جب کو شخص لوگوں کے پاس آئے اور اس کے بیٹھنے کے لیے گنجائش پیدا کی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ بیٹھ جائے کیونکہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ملنے والی عزت ہے جو اس کے مسلمان بھائی نے اس کیلئے کی ہے۔ اگر اس کے لیے گنجائش پیدا نہ ہو سکے تو کسی اور کشاورہ جگہ کو دیکھے اور وہیں جا کر بیٹھ جائے۔ (بغیۃ الباحث)

لوگوں کے پیچ گھس کرنہ بیٹھیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مردی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے جو (مجلس میں) لوگوں کے حلقہ میں درمیان میں جا کر بیٹھے۔ (سنن ابی داؤد)

کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھا جیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھا جائے اور خود اسی جگہ بیٹھ جائے۔ (صحیح البخاری)

جگہ کا زیادہ حقدار کون ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھے اور پھر واپس آجائے تو اس جگہ کا وہی زیادہ حقدار ہو گا۔ (سنن ابن ماجہ)
فائدہ: اگر واپس آ کر اسی جگہ دوبارہ بیٹھنا ہو تو اپنی کوئی نشانی رکھ جائیں مثلاً کوئی کپڑا اورغیرہ لیکن کوئی قیمتی چیز رکھ کرنہ جائیں۔

بلا اجازت لوگوں کے درمیان نہ بیٹھیں:

حضرت عمرو بن شعیب کے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: کوئی شخص لوگوں کے درمیان بغیر اجازت نہ بیٹھے۔ (سنن ابی داؤد)

سرگوشی نہ کریں:

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تم تین لوگ ہوتواں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر دو بندے آپس میں سرگوشی نہ کریں یہاں تک کہ تم (دیگر) لوگوں کے ساتھ مل جاؤ اس وجہ سے کہ وہ بندہ (جس کو چھوڑ کر گفتگو کی جائے کہیں وہ) دکھی نہ ہو۔ (صحیح البخاری)

کسی کی باہمی گفتگو پر کان نہ لگا کیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کی باہمی گفتگو پر کان لگاتا ہو اور وہ لوگ اس بات کو ناپسند کرتے ہوں یا اس طرز عمل کی وجہ سے اس سے دور بھاگتے ہوں تو اس شخص کے کان میں قیامت والے دن سیسیہ پیچلا کرڈا لاجائے گا۔ (صحیح البخاری)

کسی کی طرف پاؤں پھیلا کرنے بیٹھیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ہم مجلس کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ (جامع الترمذی)

جب گفتگونہ ہو، ہمی ہوتو ذکر اللہ کریں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ مجلس سے اللہ کا ذکر کیے بغیر اٹھ جاتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے کسی مردار گدھے کے پاس سے کھڑے ہوئے، اور یہ مجلس قیامت والے دن ان کے لیے حسرت کا سبب بنے گی۔ (سنن ابی داؤد)

فائدہ: درس قرآن، درس حدیث، خطبہ جمعہ، مذاکرہ، مشورہ، تقریر و بیان یا سبق ہو رہا ہو تو اب انہی چیزوں کو توجہ سے سنیں اس وقت ذکر نہ کریں۔

چند متفرق آداب:

اوقات اور ترتیب کی پابندی کریں۔

اپنے سامان کی اچھی طرح حفاظت کریں۔

سیل فون کو سائینٹ پر لگادیں۔
 خدمت کا موقع ملے تو ضرور کریں۔
 مصافحہ کا وقت دیا جائے تو خاموشی اور ترتیب سے کریں۔
 اگر اس سے روک دیا جائے تو اس کی پابندی کریں۔
 کھانے وغیرہ کو ضائع ہونے سے بچائیں۔
 منتظمین سے اخراجات کا جتنا بوجھم کر سکتے ہیں، کم کریں۔
 دینی اٹریچر، مسوک، خوشبو اور تسبیح وغیرہ موجود ہو تو وہ خریدیں۔

اختتمام مجلس کی دعا پڑھیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں بے مقصد باقی میں بھی ہو گئیں ہوں تو مجلس کے آخر میں یہ دعا پڑھ لے تو اس کے وہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں جو اس مجلس میں سرزد ہوئے ہوں۔ دعا یہ ہے: سُبْحَانَكَ اللَّهِمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ الْمُتَفَضِّلُ وَأَنْتُ الْمُتَفَضِّلُ إِلَيْكَ اَنْتَ أَكَلَ زَانِي ذَاتِ پَاكٍ هُوَ اُوْتَيْرَى هُوَ هَيْلَى مُحَمَّدٌ هُوَ
 میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوں، اور تیرے سامنے توہہ کرتا ہوں۔ (جامع الترمذی)

اللہ تعالیٰ ہمیں دینی مجلس میں با مقصد حاضری کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

ماہ رجب کی دعا

جب ماہ رجب شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے:
 اللَّهُمَّ بارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ.

”اے اللہ! ہمارے لیے رجب و شعبان میں برکت فرماؤ ہمیں رمضان تک پہنچا۔“

(کشف الأستار: ۶۱۶، شعب الإيمان: ۳۸۱۵)

مفتی محمد فیصل حیدر

عورت

خدا کی رحمت ہے... شوہر کی بہترین منس و غم خوار ہے... بھائی کی اچھی دوست ہے... ماں کی ہم راز... اور باپ کے چھوٹے سے چھوٹے دکھ پر رو دینے والی ہے... اس کی مسکراہٹ والدین کی زندگی... اور اس کی خوشیاں اُن کی سب بڑی تمنا ہیں... اس کی خدمت کرنے میں اولاد کی جنت ہے... یہ شوہر کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے... اس کی آنکھوں میں ہمدردی کا ایک سمندر ہے... جو خاوند، بھائی، باپ اور بیٹے کے دکھ درد پر آنسو بن کر بہنے کے لیے تیار رہتا ہے... بہت حساس ہے... لیکن مشکل ترین حالات کو نہ کرچیل جاتی ہے... بچے کو نوماہ پیٹ میں اٹھائے رکھنا اور جنم دینا اسی کا کلیج ہے۔

اس کے معصوم تھیہ گھر کی رونق ہیں... یہ اپنی فطری لطافت سے کھانوں میں ذائقہ بھرتی ہے... اپنی طبعی نزاکت سے آنکن کی تراش خراش کرتی ہے... اپنی قرینہ سازی سے گھر کے درود یا وار کی آرائش وزیارات کرتی ہے... اور اپنی سلیقہ مندی اور دیقہ سنجی سے اینٹ گارے کے مکان کو جنت نظیر بنادیتی ہے... سچ ہے: گھر اس کے بغیر بے رونق، دنیا اس کے بغیر بے نور اور جنت اس کے بغیر نامکمل ہے۔

ایساں کی سب سے پہلی معلمہ ہے... نسلوں کی تعمیر و تربیت اسی کی مرہون منت ہے... رومی و غزالی اسی کے پہلو میں پروش پا کرام بنے... محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد اور سلطان محمد فاتح اسی کی گود میں پل کر جوان ہوئے... اسی کا خون ٹپو سلطان کی رگوں میں شجاعت و بہادری بن کر

دوڑا... قائد، اقبال اور عبد القدیر خان کو اسی نے جنم دیا... ایم ایم عالم، راشد منہاس اور حسن صدیقی نے ہوا میں اڑنے سے پہلے اسی کی انگلی پکڑ کر زمین پے چلتا سیکھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پیغمبر علیہ السلام کی سب سے پہلے ہمت بندھانے اور اسے حوصلہ دینے کا کام بھی عورت ہی نے کیا۔

لیکن افسوس کہ اہل مغرب نے اس کی عظمت کو خاک میں ملا دیا... آزادی نسوان کا نعرہ لگا کر پہلے عورت کو گھر سے نکلا... پھر خود مختاری کا جہانسا دے کر دفاتر، فیکٹریوں، دکانوں اور کارخانوں میں اس آزاد عورت کو اپنا ملازم بنالیا... اس کی مسکراہٹوں کو خریدا... والدین اور شوہر کی خدمت... اور بچوں کی پروش کو قید و بند اور ظلم کا نام دیا... لیکن بسوں، جہازوں اور ٹرینوں میں ہر مسافر کی خدمت کرنا اس پر لازم کر دیا... اس طرح اگرچہ انھیں مردوں کی نسبت کم اجرت پر خوبصورت اور نازک اندام ملازم دستیاب ہو گئے... لیکن یہاں معاشرے کی میلی نگاہوں نے اس گوہر آبدار کو داغدار کر دیا... ہوس کے بھیڑیوں نے اسے اپنی ناپاک خواہشات کی بھینٹ چڑھایا... نفسانی خواہشات کے پچاریوں نے اس کی عظمت کو تار تار کیا... اور عورت کو اس کے مقام بلند سے گرا کر... مار، بہن، بیٹی اور بیوی جیسے مقدس رشتتوں سے بیگانہ کر دیا... اور اس کے ارد گرد معاشی مسائل و نفسانی خواہشات کا جال اس طرح بُن دیا... کہ اب اس کے پاس حسرت و افسوس کے سوا کچھ نہیں بچا... پھر پورے سال میں ایک بار 8 مارچ کو ”خواتین کا عالمی“ دن منانے کی روایت جاری کر کے اس کے ساتھ ہمدردی کا ثبوت بھی دے دیا... لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل مغرب کے پاس عورت کو دینے کے لیے کھوکھلنعروں اور زبانی جمع خرچ سے زیادہ کچھ نہیں ہے... گذشتہ چند سالوں سے 8 مارچ کو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی چند خواتین اس دن کو ”خواتین کا عالمی دن“ کے طور پر منانے لگی ہیں... ان کے ہاتھوں میں موجود پلے کارڈز پر مردوں کو مناطب کر کے اس قسم کے جملے لکھتے ہوتے ہیں: ”کھانا خود گرم کرلو“... ”اپنے برتن آپ دھلو“... ”گھر کی صفائی خود کرو“... ”غیرہ وغیرہ...“ مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ انھیں بھی مغربی عورت کی طرح یہ وہ خانہ زندگی میں اپنا کردار ادا کرنے کی آزادی دی جائے... یعنی مغرب کی فریب خورده عورت اس نام نہاد آزادی کی حقیقت جان کر... اور زندگی کے تلخ حقائق جھیل کر... اور ناکام ہونے کے بعد... اب جہاں سے واپس آنا چاہتی ہے یہ وہیں جانے پر مصروف ہیں... اگرچہ ہمارا معاشرہ بھی حقوق نسوان کے حوالے سے سو فیصد مثالی نہیں ہے... لیکن یہ بھی ایک حقیقت

ہے کہ ان تمام تر خرابیوں کے باوجود... اگر ایک مغربی عورت کو وہ ناقص مقام ہی مل جائے... جو ہمارے معاشرے میں عام طور پر عورتوں کو حاصل ہے... تو اس کے دل میں کسی جنت کی تمنا باتی نہ رہے... مجھے اس بات کا دعویٰ نہیں کہ یہاں عورت کو اس کے تمام جائز حقوق حاصل ہیں... اور نہ ہی میں اس کے حقوق کی بازیابی کے لیے آواز اٹھانے کا مخالف ہوں... لیکن کاش کوئی وراثت اور جائیداد سے محرومی کے خلاف عورت کے حق میں آواز اٹھائے... کاش کوئی ان عورتوں کے ساتھ بھی ہمدردی دکھائے... جو اپنا پیٹ پالنے کے لیے عصمت فروشی پر مجبور ہیں... کاش انھیں اس ذلت کی زندگی سے نکالنے کی کوئی تحریک چلے... کاش انھیں بھی بہن اور بیٹی بنانا کر باوقار معاشرے کا حصہ بنانے کی ریت چلے... ان ظالم ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی جائیں جو مال و دولت کی لائچ میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو عمر بھر شادی کے بندھن سے محروم رکھتے ہیں... یا اسے قرآن کے ساتھ بیاہ کر اس کے جذبات اور احساسات کا خون کرتے ہیں... ان کے علاوہ اور بہت سے پہلوایے ہیں جن پر عورتوں کے حق میں آواز اٹھانے کی ضرورت ہے... لیکن یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی کی ہے... کہ اسلامی تعلیمات اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ خواتین سے ہمدردی ظاہر کرنے کے لیے سال میں کسی خاص دن کا انتظار کیا جائے... اور ہاں ایک مسلمان عورت کے لیے خدیجۃ الکبریٰ، عائشہ بنت ابی بکر اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی پاکیزہ و پاک دامن خواتین ہی آئندیل ہو سکتی ہیں... مغرب کی آلودہ تہذیب کی ماری عورت تو بیچاری خود مظلوم ہے... اس کی اپنی زندگی قابلِ رحم ہے... وہ نہ کسی کے لیے آئندیل بن سکتی ہے اور نہ ہی ایک مسلمان عورت کو اس کی تمنا کرنی چاہیے۔

اٹھا کر چینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

• • •

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

”بہان دیدہ“ بیس ملکوں کا سفرنامہ

سفرنامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کرتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تحریر، استجواب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجائی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”بہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفرنامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روایاد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفرنامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط دار ”بہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

حضرت امام ابوحنیفہؓ کے مزار پر

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے نکلے تو سورج ڈھلنے کے قریب تھا اور اب دل میں شدید اشتیاق حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کا تھا جو یہاں سے کافی دور واقع ہے، لیکن ہمارے ڈرائیور نے جو صروف ڈرائیونگ نہیں، بلکہ مہمان نوازی کے فرائض بھی بڑے خلوص و محبت

کے ساتھ انعام دے رہا تھا، مغرب کے وقت جامع الامام العظیم میں پہنچا دیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی وجہ سے یہ پورا علاقہ ”عظیمہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو یہ شہر کا خاصا باروں علاقہ ہے، لیکن حضرت امام ابوحنیفہ کے عہد مبارک میں یہ ایک قبرستان تھا اور پونکہ غلیفہ کی کنیز ”خیز ران“ یہاں فن ہوئی تھی، اس لئے مقبرہ الخیز ران کے نام سے مشہور تھا۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ آنحضرت کی سیرت کے مشہور راوی محمد ابن الحسن بھی اس قبرستان میں مدفون ہیں۔ لیکن اب دوسری قبریں تو بے نشان ہو چکی ہیں اور اس کی جگہ آبادی نے لے لی ہے، البتہ حضرت امام العظیم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ابھی باقی ہے اور اس کے قریب ایک شاندار مسجد ”جامع الامام ابی حنیفہ“ کے نام سے تعمیر کر دی گئی ہے۔

ہم مسجد کے دروازے پر پہنچنے تو اذان مغرب کی دلکش صدا گونج رہی تھی۔ مزار پر حاضری سے پہلے مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی۔ پھر شوق و ذوق کے جذبات دل میں لئے مزار پر حاضری ہوئی۔ ایسا محسوس ہوا کہ سرورِ سکون اور نورِ انبیت نے مجسم ہو کر اس مبارک مزار کے گرد ایک حالہ بنایا ہے، سامنے وہ محبوب شخصیت آسودہ تھی جس کے ساتھ بچپن ہی سے تعلق خاطر کی کیفیت یہ رہی ہے کہ ان کا اسم گرامی آتے ہی دل میں عقیدت و محبت کی پھوٹی محسوس ہوتی ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں کوفہ میں پیدا ہوئے جب یہ شہر علم فضل کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کے چپے چپے پر بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کے حلقة ہائے درس آرائش تھے اور علم حدیث کا کوئی بھی طالب کوفہ کے علماء سے بے نیاز نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت امام صاحب[ؒ] کے والد ماجد کا نام ثابت تھا اور ان کا انتقال امام صاحب[ؒ] کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کی والدہ نے بعد میں حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے نکاح کر لیا تھا اور آپ ان کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے۔

(حدائق الحفییہ ص 43 حکوالمفتاح السعادہ)

شروع میں حضرت امام صاحب تجارت میں زیادہ مشغول رہے، لیکن ساتھ ساتھ علم عقائد و کلام سے بھی شغف تھا۔ حضرت عامر بن شراحیل شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ میں ذہانت و فطانت کے آثار دیکھے تو تحصیل علم میں انہاک کی نصیحت کی۔ یہ نصیحت کا رگر ہوئی اور آپ نے تجارت کے مشغلوں کی بجائے تحصیل علم کو پنا اور ہنہا بچھونا بنالیا۔ (مناقب الامام العظیم للملکی ص 59 ج ۱) اور اپنے عہد کے پیشتر جلیل القدر مشائخ سے علم حاصل کیا، یہاں تک کہ بعض حضرات نے امام صاحب کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک بتائی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علم و دین کی جو عظیم خدمت لی وہ محتاج بیان نہیں اور اسی کا شمرہ ہے کہ آج آدھی سے زائد مسلم دنیا نے قرآن و سنت کی تشریع و تعبیر میں انہی کو اپنا امام اور مقداماً ہوا ہے۔

شروع میں حضرت امام صاحب کوفہ میں ہی مقیم رہے، لیکن کوفہ کے امیر ابن ہمیرہ نے بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر آپ کو نہ صرف قید کیا، بلکہ اذیقین بھی دیں، بالآخر جب آپ قید سے رہا ہوئے تو اس کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور کئی سال وہاں مقیم رہے۔ بعد میں جب عراق کے حالات ساز گار ہوئے تو دوبارہ عراق تشریف لائے، اس وقت عباسی خلافت کا آغاز ہو رہا تھا۔ شروع میں آپ نے اس امید پر عباسی خلافت کا خیر مقدم کیا کہ وہ دینی اعتبار سے بنو امیہ سے بہتر ثابت ہوں گے۔ لیکن جب یہ امید برلن آئی تو عباسی خلفاء سے بھی آپ کا اختلاف شروع ہو گیا۔ خلیفہ منصور اپنے عہد حکومت میں یہ چاہتا تھا کہ امام صاحب گوئی سرکاری منصب قبول فرمائیں، تاکہ لوگوں کو ان کی حمایت کا تاثر دیا جاسکے، لیکن حضرت امام صاحب اس لئے کوئی منصب قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے کہ اس میں بعض خلافِ شرع امور میں سرکاری احکام کی تعییل کرنی پڑے گی، بالآخر جب اصرار زیادہ بڑھا تو آپ نے بغداد کے معماروں کی گلگرانی اور اپنیں شمار کرنے کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ بعد میں منصور کی طرف سے عہدہ قضا قبول کرنے پر اصرار کیا گیا۔ لیکن حضرت امام صاحب اس پر کسی طرح راضی نہ ہوئے، جس کی پاداش میں منصور نے آپ کو قید بھی کیا اور ایک سو دن کوڑے بھی لگوائے۔ پھر بعض روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی قید کی حالت میں وفات ہوئی اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ رہائی تو ہو جکی تھی لیکن حکومت کی طرف سے فتویٰ دینا اور گھر سے باہر لوگوں سے میل جوں رکھنا منوع قرار دے دیا گیا تھا۔ اس حالت میں وقت موعود آپ بہنچا اور آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس طرح بغداد کے اس حصے کو آپ کی آرام گاہ بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا پکا ہے، یہ جگہ جہاں امام اعظم کا مزار ہے، ایک قبرستان تھا جو ”مقبرہ الحیز ران“ کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن حضرت امام صاحب کی تدفین کے بعد یہ اعظمیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے معتقدین نے یہاں ایک مسجد تعمیر کر لی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہی مسجد وسیع ہوتے ہوئے ایک شاندار جامع مسجد بن گئی اور اس کی ایک مستقل تاریخ ہے جس پر مسجد کے موجودہ امام صاحب نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہمیشہ مرتع خاص

و عام رہا۔ بلکہ خطیب بغدادی[ؒ] نے اپنی سند سے امام شافعی کا یہ قول روایت کیا ہے کہ:
انی لاتبرک بابی حنیفته واجیئ الی قبرہ فی کل یوم - یعنی
زائر افادا عرفت لی حاجۃ صلیت رکعتین، وجئت الی قبرہ وسالت اللہ تعالیٰ
الحاجتہ عنده، فماتبعد عنی حتی تقضی (تاریخ بغداد ص 123، ج ۱)

”میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے روزانہ ان کی قبر پر جاتا ہوں اور جب کبھی مجھی
کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے، میں دور کعتین پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی
حاجت کا سوال کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری فرمادیتے ہیں۔“
اور یہ بات تو بہت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ امام شافعی؟ حضرت امام ابوحنیفہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو
وہاں اپنے مسلک کے خلاف نماز فجر میں قوت نہیں پڑھا، کیونکہ امام ابوحنیفہ اس کے قائل نہیں تھے۔
حضرت امام صاحب[ؒ] کے مزار پر بیٹھ کر ایسا سرور و سکون محسوس ہوا جیسے کوئی چچ ماں کی آغوش میں پہنچ
کر سکون محسوس کرتا ہے۔ دل چاہتا تھا کہ یہ کیفیت طویل سے طویل تر ہوتی چلی جائی، لیکن کافی دیر ہو چکی
تھی، اٹھے بغیر چارہ نہیں تھا۔ بادلِ ناخواستہ یہاں سے رخصت ہوئے۔

كتب خانوں میں

رات ہو چکی تھی، اس لئے حضرت امام صاحب[ؒ] کے مزار پر حاضری کے بعد خواہش یہ تھی کہ یہاں کے
تجارتی کتب خانوں سے ایسی کتابیں خریدی جائیں جو پاکستان میں دستیاب نہیں ہیں۔ چنانچہ وہاں سے
بغداد کے سب سے باروں اور مرکزی علاقے ”الباب الشرقي“ پہنچ، عرصہ دراز سے ذہن پر تاثریہ تھا کہ دنیا
بھر میں عربی کی کتابوں کا سب سے بڑا استاکسٹ بغداد کا مکتبہ المثنی ہے۔ پاکستان میں رہتے ہوئے ہم
نے اس کی کتابوں کی فہرست منگوائی تھی تو وہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل تھی، اس لئی اپنے رہنماء عبد الرزاق
صاحب سے ہم نے وہیں جانے کی خواہش ظاہر کی، خیال یہ تھا کہ تنہا اس ایک مکتبہ ہی سے اتنی کتابیں مل
جائیں گی کہ کہیں اور جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

لیکن جب پتہ پوچھتے پوچھتے مکتبہ المثنی پہنچ تو یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ ایک چھوٹی سی دکان
تھی جس میں کتابوں سے زیادہ اسٹیشنری کا سامان برائے فروخت رکھا تھا میں سمجھا کہ ہم غلط جگہ آگئے ہیں،

لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ اب کتبہ المثنی کی وہ حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ غالباً اصل مالک کا انتقال ہو گیا اور وارثوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو اسے اچھی طرح سنبھال سکے۔ اس لئے وہ ختم ہوتے ہوتے درسی کتابوں، ناولوں، افسانوں اور اسٹیشنری کی دکان بن کر رہ گیا۔ انقلابات زمانہ کا یہ منظر اس درجہ عبرت خیز تھا کہ کافی دیر تک دل اس سے متاثر رہا۔ انسان دنیا کی کس چیز پر بھروسہ کر سکتا ہے؟۔

ماعند کم بنفوذ و ماعند اللہ باق۔

تاہم آس پاس کچھ اور کتب خانے موجود تھے، وہاں سے کچھ کتابیں خریدیں لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ ایک عراقی دینار کی سر کاری قیمت چار ڈالر ہے، گویا تقریباً پینٹھ پاکستانی روپے، تو مزید خریداری کا حوصلہ نہ رہا۔ وہ تو غنیمت یہ ہوئی کہ احقر کے رفیق سفر جناب قاری بشیر احمد صاحب سعودی عرب کے کھلے بازار سے کچھ عراقی دینار تقریباً ایک ڈالر فی دینار کے حساب سے خرید لائے تھے، اس لئے جتنی کتابیں خریدیں، ان میں زیادہ نقصان نہیں ہوا اور بعض بڑے کام کی کتابیں مل گئیں۔ لیکن مزید خریداری بڑی مہنگے پڑنے والی تھی، دوسرے کتب خانوں میں پھر نے کے بعد یہ بھی اندازہ ہوا کہ غالباً جنگ کی وجہ سے کتابوں کا کوئی بہت بڑا ذیہ اب بغداد میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے جتنا کتابیں لے چکے تھے، انہی پر قاعط کر کے ہو ٹوں واپس آ گئے۔

وزارتِ اوقاف میں

اگلی صبح دس بجے میزبانوں نے وزارتِ اوقاف کے دفتر میں مدعو کیا تھا، وہاں عراقی وزیر اوقاف عبداللہ فاضل صاحب سے ملاقات ہوئی جو بڑے خلیق، بہس مکھ، ملنسا اور علم دوست آدمی ہیں۔ پچھلے دنوں پاکستان آئے تو دارالعلوم بھی آئے تھے اور بفضلہ تعالیٰ یہاں کے اندازِ درس و تدریس اور حسن انتظام سے بڑے متاثر ہو کر گئے تھے، انہوں نے بڑی گرم جوشی کا معاملہ کیا۔

عراق کی وزارتِ اوقاف

عراق کی وزارتِ اوقاف اس لحاظ سے عالم اسلام کی تمام وزارتوں میں ممتاز ہے کہ اس نے نایاب اور نادر علمی و دینی کتابوں کو بڑے حسن اہتمام سے شائع کر کے ان کا ایک بڑا ذیہ تیار کر دیا ہے، وہ اب تک سو سے زائد ایسی نادر و نایاب کتابیں شائع کر چکی ہے جو اس سے پہلے مخطوطات کی شکل میں تھیں اور عام

علمی دنیا ان سے استفادہ نہیں کر سکتی تھی۔ ان کتابوں میں **مجمع الکبیر للطبرانی** امام خصاف کی ادب القاضی میں حضرت صدر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ”**موجبات الاحکام**“، غیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں، اگر عراق کو جنگ کا سامنا نہ ہوتا تو اب تک یہ سلسلہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہوتا۔

ان میں سے بہت سی کتابیں شائع ہو کر نایاب ہو چکی ہیں۔ ان میں جو کتب موجود تھیں تین کا رٹنوں پر مشتمل ان کا ایک سیٹ بھی وزیر موصوف نے ناچیز کو ہدیہ دیا جو احقر کے لئے انتہائی گراں قدر تکھہ تھا، اور سچ پوچھئے تو سفرِ عراق کے مقاصد میں سے احقر کا ایک اہم مقصد بھی تھا۔ فخر احمد اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

مائن میں

وزارت اوقاف سے فارغ ہو کر ہم نے مائن کا رخ کیا جو بغداد سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بغداد سے نکل کر مائن کی سڑک پر روانہ ہوئے تو دونوں طرف پھیلے ہوئے نخلستانوں کا سلسلہ نظر افروز ہوتا رہا، لیکن ملک چونکہ حالت جنگ میں ہے اور بیہاں سے ایران کی سرحد کچھ زیادہ دور نہیں، اس لئے جا بجا موبچ اور دمدے بنے نظر آئے جن میں مسلح فوجی تو پیں سنجھا لے کھڑے تھے۔ عراق میں داخل ہونے کے بعد پہلی بار محسوس ہوا کہ یہ ملک حالت جنگ میں ہے، ورنہ بغداد کی چہل پہل رات کے وقت روشنیوں کے ہجوم اور معمول کے مطابق رواں دواں زندگی کو دیکھ کر اندازہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ اس ملک میں کوئی جنگ ہو رہی ہے۔

لیکن ان جنگی مورچوں، ددموں اور ان میں نظر آنے والے سپاہیوں اور ان کے اسلحہ کو دیکھ کر بڑی حرمت ہوئی۔ حقیقت میں دشمن کون تھا؟ اور لڑائی کس سے شروع ہو گئی؟ عراق ہو یا ایران دونوں مسلم ملک ہونے کے دعویدار ہیں۔ دنیا بھر کی سامراجی طاقتیں دونوں کی دشمن ہیں، یہ دونوں ملک متعدد ہو کر ان دشمنوں کا مقابلہ کرتے تو یہ اسلحہ، یہ سپاہی، یہ جنگی ساز و سامان امت کے تحفظ، ان کی سلامتی اور عزت و آزادی کیلئے استعمال ہوتا، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ دونوں ملک آپس میں لڑ بھڑ کر کمزور سے کمزور تر ہو رہے ہیں، دونوں طرف سے روزانہ کروڑوں روپیہ ایک بے مقصد جنگ پھنسک رہا ہے دونوں ملکوں کے بیسیوں خاندان روزانہ اپنے رکھوالوں سے محروم ہو رہے ہیں اور اسلام دشمن طاقتیں مزے کے ساتھ تماشا دیکھ رہی ہیں، اب تو ان ملکوں میں کوئی خاندان بمشکل ایسا ملے گا جس کا کوئی نہ کوئی عزیز اس بے مصرف لڑائی کی بھینٹ نہ چڑھ چکا ہو۔

جنگ کی ابتدائیں نے کی؟ اس بارے میں دونوں ملکوں کے بیانات مختلف ہیں، لیکن اگر ابتداء کی سنگین غلطی عراق ہی سے سرزد ہوئی ہوتی بھی اب کچھ عرصے سے عراق نے غیر مشروط جنگ بندی کی پیش کش کی ہوئی ہے، جسے قبول کر کے مسائل کو مفاہمت کے ذریعے طے کیا جاسکتا ہے، مگر ایران کی موجودہ حکومت کسی قیمت پر جنگ بند کرنے کے لئے تیار نہیں، خدا جانے ان کے سامنے کون سی منزل ہے؟ اور اس تباہ کن لڑائی کو جاری رکھنے سے کیا مقصدان کے پیش نظر ہے؟

اٹھی میں انہیں خیالات میں محو تھا کہ مدائیں کی آبادی شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں دیکھتے ہی دیکھتے کارمائن شہر میں داخل ہو گئی۔ اب تو یہ ایک چھوٹا شہر بلکہ قبصہ ہے، لیکن ساسانی حکومت کے دور میں یہ ایران کا پائیتھ تھا اور کسری اسی شہر میں رہا کرتا تھا، اس دور میں دریائے دجلہ اس شہر کے پیچے سے گزرتا تھا اور دجلہ کے مغربی حصے کو بہرہ شیر اور مشرقی حصے کو مدائیں کہا جاتا تھا، اب دریا اس شہر سے ذرا دور ہٹ گیا ہے اور شہر اس کے مشرقی حصے ہی میں آباد ہے۔۔۔

ایرانی بادشاہوں نے مدائیں کو اس کی بہترین آب و ہوا اور عمده محل و قوع کی بنان پر اپنا دارالحکومت قرار دیا تھا اور اس میں ایسا مسحکم قلعہ تعمیر کیا تھا جسے اپنی مضبوطی کی بنان پرنا قابل تنجیر سمجھا جاتا تھا، لیکن عرب کے وہ صحرائشین جن کے ہاتھوں سر کار دو عالم علی گلگلیتیم کی کیمیا اثر صحبت نے قیصر و کسری کے استبداد سے انسانیت کی نجات مقرر کر دی تھی، ظاہر بے سروسامانی کے عالم میں اپنے بوسیدہ لباس اور بے آب تلواروں کے ساتھ یہاں پہنچے۔ شروع میں کسری نے ان کو غیرہ اہم مقابل سمجھ کر نظر انداز کیا، لیکن قادریہ کے بلا خیز معمر کے نے کسری کی کمر توڑ دی تو وہ مدائیں میں محصور ہو کر رہ گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہاں قابل تنجیر قلعہ اور اس کے سامنے بہتا ہوا دریائے دجلہ اسے مسلمانوں کی دست برد سے بچا سکے گا، لیکن اللہ کے جو بندے اس روئے زمین پر اللہ کا گلگہ بلند کرنے کے لئے نکلے تھے، کوئی دریا اور کوئی پہاڑ ان کی یلغار کا راستہ نہ روک سکا اور بالآخر مدائیں کا یہ شہر جو ناقابل تنجیر سمجھا جاتا تھا، اس پر سے کسری کی سطوت وجلال کا پرچم ایسا اترا کہ پھر بھی یہاں نہ ہر اس کا، اس دن کے بعد سے آج تک یہ شہر مسلمانوں ہی کے تصرف میں چلا آتا ہے۔

مدائیں میں داخل ہو کر سب سے پہلے ایک جامع مسجد آتی ہے، اس جامع مسجد کے احاطے میں تین صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) مدفون ہیں، حضرت سلمان فارسی، حضرت حذینہ بن یمان اور حضرت عبد اللہ بن جابر۔ ان تینوں کے مزارات پر حاضر ہو کر سلام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

• • •

بنت محمد اسلم

متعلمه مدرسه فاطمۃ الزہرا

گلشن راوی لاہور

دختر رسول مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ سَلَّمَ کی شادی

تاجدار ختم نبوت کے گھر کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی دختر کا نام فاطمہ تھا اور لقب زہرا تھا۔ یہ خدیجہ طاہرہ کے بطن کا بے بہا گوہ تھیں یہ آئینہ عفت کی سب سے خوش نما جوہ تھیں۔ ان کی ساری زندگی شبیہ اسوہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ سَلَّمَ تھی۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ سَلَّمَ بھی ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔

ایک موقع پر فرمایا:

”فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے۔ جو اسے ناراض کرے گا وہ درحقیقت مجھے ناراض کرے گا۔“

یہ شہنشاہ کی بیٹی تھیں۔ ان کے نکاح و شادی کا واقعہ بہت دل چسپ ہے۔ جب حضرت فاطمہ کی عمر 14 یا 15 برس ہوئی تو رجب کے مہینے میں مدینہ طیبہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ سَلَّمَ نے ان کے نکاح کا ارادہ فرمایا۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ سَلَّمَ نے ان کی تقریب نکاح میں انصار اور مہاجرین کو جمع فرمایا۔ ان کے جمع ہونے سے ایسا محسوس ہوتا تھا گویا کہ اس پروقار تقریب کو رونق بخشنے کے لیے آسمان سے ستارے آئے ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے بھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس پروقار تقریب میں کوئی باجا، کوئی دف، کوئی شہنائی اور کوئی نقار نہیں تھا۔ اس تقریب سعید میں دلہما کے سر پر کوئی سہر نہیں تھا۔ نہ ہی کسی کے ہاتھ میں کوئی نگنگن

تھے۔ وہی سادہ بس، پر نور چہرے سادگی سے معمور شرکاء تھے۔ رسول ﷺ خود شریک مجلس تھے۔ آپ کے گیسوئے شمس و ضحیٰ سے مسجد پر نور تھی۔ ایسی حالت میں مسجد کے احترام و ادب میں کوئی کمی کیسے کر سکتا تھا۔ جبکہ خود رسول مکرم ﷺ محراب و نیبر پر موجود ہوں۔ زمین سے آسمان تک فضان نغمات روحانی سے معمور تھی۔ آپ ﷺ نے خود آیات قرآنی تلاوت کیں۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؑ کا یہ عالی شان عقد غیر معمولی سلیقے سے انجام پایا۔ آپ ﷺ نے (چھوہارے) اپنے دست مبارک سے تقسیم فرمائے۔ یہ ان عالی شان ہستیوں کے احوال نکاح تھے۔ 2 ہجری، ذوالحجہ کے مہینہ میں آپ ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزهراء کی رخصتی کا ارادہ فرمایا آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے پاس لے بوا�ا۔ آپ ﷺ ان کی نداری سے بخوبی واقف تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

حیدر تمہارے پاس اس وقت کیا ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

میرے پاس فقط نام رسول اور نام حق ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

وہ زرہ کہاں ہے جو یوم بدر تمہارے کام آئی تھی؟

انہوں نے فرمایا: رسول اللہ اور موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہی لے آ ہو۔

حضرت علیؑ نے حکم کی تعمیل کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اس زرہ کو پیچ دو، تاکہ شادی کے اخراجات کا انتظام ہو۔

حضرت علیؑ نے اسکو 480 دراہم کی معمولی رقم سے بیچا۔

مولانا شبی نعمانی فرماتے ہیں:

اس سے بھی کم رقم میں یہ زرہ پیچ گئی تھی۔

آپ ﷺ نے انہی پیسوں میں ولیمہ کے سارے اخراجات باندھے اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی رخصتی فرمادی۔

شہنشاہ کو نین کی دختر کو جہیز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے جہیز سے حقیقتاً امت کو سادگی کا درس دیا۔ اگر آپ علیہ السلام چاہتے تو کثیر مال و زردے کریں رخصت کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے فرمایا تھا۔ کہ ”اے میرے محبوب! اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے لئے احد پہاڑ کو سونا کر دوں۔“ آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے نہیں چاہیے“

اللہ کے رسول چاہتے تو احد پہاڑ کو سونے کا بنا کر ان کے جبیر میں دے دیتے۔ مگر قربان جاؤں اپنے آقا پر، یہاں بھی سادگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جہیز حضرت فاطمہؓ کو دیا وہ یہ ہے۔

1- کھجور کی کھرد رے بان کی چار پائی

2- دو چکیاں آٹا پینے کے لیے

3- دو مٹی کے گھڑے

4- چڑے کا گدا جس میں روئی کی بجائے کھجوروں کے پتے تھے۔

5- مشکل پانی بھرنے کے لیے۔

یہ وہ سامان تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک دختر کو عطا فرمایا۔ اس سامان پر توحوروں کے جان دوں ہی قربان ہوئے ہوں گے۔

یہ ان کی متاع دنیا تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اصل جہیز جو دیا تھا وہ بھی حاضر خدمت ہے۔

جبیں سجدہ ریز، حیا کی چادر، عفت کا جامہ، صبر کے گہنے، ردائے فقر، توفیق سعادت۔

حقيقي متاع

یہ حقيقی زیور و متاع تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دی۔ کیونکہ ان کو سردار خاتون جنت بنانا تھا۔ ان کی گود سے شہادت کا دریا ابنا تھا۔ ان کی غیرت ایسی تھی جو کہ مہر خاتم حق کا نگینہ تھی۔ حقیقت میں نبی کی لاڈلی، ہی اس امانت کی ایمنی تھی۔ حضرت علی الرضا علیہ السلام کو دہن کی شکل میں پیکر صدق و فلاملا تھا۔ ایسا جو ہر جو توکل کے خرانے اور صبر و فداء سے معمور تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصیتی کے دن بعد اذ نماز عشاء ”بیت علی کرم اللہ وجہہ“ تشریف لے گئے اور اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی۔ جب آپ کو اجازت ملی تو آپ علیہ السلام اندر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بیت علیؑ کو ضیاء و زینت سے معمور فرمایا۔

آپ نے شفقت سے دونوں کوسا منے بٹھا کر پانی کا یک پیالہ منگوایا۔ آنحضرت ﷺ نے دعا دم کر کے کچھ پانی نوش فرمایا۔ پھر اسی پانی کو حضرت علیؑ کے سینہ و بازو پر اور حضرت فاطمہؓ پر بھی چھڑ کا۔ دونوں کو محبت سے پاس بٹھا کر آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

”یا اللہ! یہ عقد ان دونوں کو راس آئے اور ان کی نسل دونوں جہاں میں خیر کا باعث بنے۔ پھر فرمایا: اے اللہ! ان دونوں کو پا کیزہ سے پا کیزہ تر کر دے۔ ان کے عمل میں اثر اور ان کے ارادوں کو خیر سے بھر دے۔“ اس دعا کے بعد دختر سے صرف اتنی بات ارشاد فرمائی، اے فاطمہ! میں نے مردانفل سے تیری شادی کی ہے۔ دونوں مجسمہ نور و رضا ادب سے سر جھکائے سامنے بیٹھے تھے۔ دونوں ہی حیاداری کی زندہ مثال تھے۔ آسمان دنیا کو ابھی بھی یہ پر کیف نظارہ یاد ہوگا۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام صرف اتنا ہے کہ آج ہم اپنی تقریبات پر غور کریں کہ ہم نے نکاح و شادی کو کتنا مشکل بنا لیا ہے اور آج اس لعنت کی وجہ سے کتنی بچیوں کے سروں میں چاندی اتر آئی ہے کتنی بچیوں کی ان کے اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے عمر گزر گئی۔ ہم غور کریں کہ ہماری تقریبات میں سنت پر کتنا عمل ہو رہا ہے اور ذرا سوچیں کہ جو رسم و رواج ہم نے اپنانے ہوئے ہیں ان کا تعلق کن مذاہب سے ہے۔ رسم مہندی، ماں یوں، برات یہ رسمیں کہاں سے آئیں اور ہمارے اندر کیوں سرا یت کر گئیں۔ ”وہ نبی جو مجھے اور آپ کو آسمان پر جا کر نہیں بھولے انہیں میں اور آپ زمین پر بھول چکے ہیں“ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ سنت کی اہمیت کو جاگر کیا جائے۔ اللہ پاک مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق دے۔۔۔

ترجمہ نرسی بہ کعبہ اے اعرابی

ایں راہ کہ تو میردی بہ ترکستان است

ترجمہ: ”اے اعرابی! مجھے خوف ہے کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ پائے گا کہ جس رستہ پر تو چل رہا ہے وہ

ترکستان کو جاتا ہے۔“

• • •

مولانا ذاکر

معاون شعبہ نشر و اشاعت

فضلاء اجتماع کی تفصیلی رپورٹ

ملک بھر کے اکثر بڑے مدارس سال میں ایک دفعہ اپنے فضلاء کو جمع کرتے ہیں جس کے بہت سے مقاصد ہوتے ہیں۔ مثلاً مختلف شعبہ جات میں دینی خدمت کرنے والے فضلاء کی حوصلہ افزائی، اسنادہ سے میں ملاقات، دین کی خدمت کرنے کے بہت سے موقع کی طرف رہنمائی، پیش آمدہ مختلف مسائل میں مشاورت وغیرہ، یہ اجتماعات اپنی نوع کے بہت مفید اجتماعات ثابت ہوتے ہیں جس کے ذریعے مدارس کے فضلاء کو زمانے کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگی بھی ملتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے آٹھ سالہ تعلیمی نظام کو معاشرے میں عملی صورت کے اندر دیکھنے کی خواہش ابھرتی ہے۔ جامعہ دارالتفوی میں بھی یہ اجتماع ہر سال انہی مقاصد کو دیکھتے ہوئے منعقد کیا جاتا ہے۔

امسال بھی الحمد للہ 16 فروری 2020ء بمناسبت 21 جمادی الثانی 1441ھ بروز تواریہ عظیم الشان اجتماع ہوا۔ اس اجتماع میں شرکت کے لیے ملک کے دور راز علاقوں سے فضلاء نے شرکت کی۔ اس اجتماع کی کامیابی کے لیے تمام فضلاء سے فرداً فرداً ارابطہ کیا گیا اور انہیں دعوت نامہ بھیج کر اس اجتماع میں شرکت کی باقاعدہ دعوت دی گئی۔ اس دعوت پر بلیک کہتے ہوئے جامعہ دارالتفوی کے فضلاء کی آمد کا سلسلہ الحمد للہ ایک دن قبل ہی شروع ہو گیا تھا۔ جامعہ کی طرف سے تقریب سے پہلے آنے والے مہمانوں کے قیام و طعام کا بھی معقول انتظام کیا گیا۔ مشورے سے اس مبارک تقریب کا وقت صحیح دس بجے طے ہوا

اور اللہ کے فضل سے مقررہ وقت پر اس اجتماع کی پہلی نشست کا آغاز ہو گیا۔ جامعہ کے قدیم فاضل مفتی عبدالرحمن صاحب کی پرسو ز تلاوت اور جامعہ کے ایک جدید نوجوان فاضل مولوی طلحہ عابد کی نعت رسول مقبول ﷺ سے اس مبارک تقریب کی ابتداء ہوئی۔ تلاوت و نعت کے متصل بعد جامعہ اشرفیہ لاہور کے استاذ الحدیث مولاناڈاکٹر یوسف خان صاحب کا بیان ہوا۔

حضرت مولانا یوسف خان صاحب کا شمار اس ملک کے نامی گرامی علماء میں ہوتا ہے دینی و دنیاوی تعلیمی نظام میں مولانا کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ایک ہمہ جہت شخصیت جسے فی زمانہ جامعہ اشرفیہ کی بنیاد بھی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ مولانا کی انتہائی نوازش کہ جامعہ کی دعوت پر تشریف لائے اور اپنی آمد سے جامعہ کے فضلاء کو سعادت بخشی۔ مولانا یوسف خان صاحب نے حمد و صلاۃ کے بعد قرآن پاک کی آیت۔

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث -- و يعلم الكتب والحكمة-- تلاوت فرمائی اور بعثت نبی ﷺ کے چار مقصد کو انتہائی دل نشین انداز میں علماء کے سامنے رکھا۔ سلیح ہوئے انداز میں بات کرنا اور اپنی بات کو مخاطب مجمع کو سمجھا دینا الگ الگ فن ہیں اور اللہ نے حضرت کو ان دونوں چیزوں میں جیسا ملکہ دے رکھا ہے وہ کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اللہ ان کے علم میں مزید برکت عطا فرمائے۔ آمین

مولانا یوسف خان صاحب کے بیان کے بعد فضلا کی تربیت کے سلسلے میں ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس کا بنیادی مقصد وقت کی حفاظت، اس کا صحیح استعمال اور روزمرہ کے کاموں میں نظام الادوات کی اہمیت کو جاگر کرنا تھا۔ جس کے لیے جناب احمد لطیف صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ایک گھنٹے پر مشتمل یہ نشست فضلاء کی توجہ کا باعث بنی رہی، جس سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ احمد لطیف صاحب کی اس کاوش پر ادارہ ان کا انتہائی ممنون ہے۔

اس ورکشاپ کے اختتام پر جامعہ کی طرف سے فضلاء کے لیے پر تکلف کھانے کا اہتمام کیا گیا جس میں تقریباً دسوافرا دشیریک ہوئے اور اس طرح ایک نشست احسن طریقے سے اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔ ظہر کی نماز کے بعد اگلی نشست کا باقاعدہ آغاز ہوا جس کی ابتداء قاری فیاض صاحب کی خوبصورت تلاوت سے ہوئی۔ تلاوت کے متصل بعد مولانا الیاس فیصل صاحب مدظلہ العالی (مدینہ منورہ) کا بیان طے

تھا۔ لیکن مولانا کے ایماء پر ان کے ساتھ آئے ہوئے ایک ساتھی عبداللہ قاسمی صاحب سے نعت رسول مقبول کے لیے درخواست کی گئی۔ جناب عبداللہ قاسمی صاحب نے چار زبانوں پر مشتمل ہدیہ نعت پیش کیا واقعتاً بعض الفاظ اور بچپنے اندر سحر لیے ہوتے ہیں۔ نعت کے آخری شعر

الکوثر	اعطاک	امعطی
آں مورد و مشرب جن	و بشر	
تڑپت ہوں ساقی میں	پیاسا	
دو گھنٹ دا ہر بھی پلا جانا		

میں تو حقيقةً ایک سماں بندھ گیا اور مجمع پر رفت طاری ہو گئی۔ اس کے بعد مولانا الیاس فیصل صاحب سُٹھ پر تشریف لائے اور ”معاشرے میں علماء کی ذمہ داریاں اور ان کا طرز عمل“ کے حوالے سے ایک پر افروز گفتگو فرمائی۔ تقریباً سوا گھنٹے پر مشتمل یہ بیان ہر عالم اور مدرسے کے فاضل کو سنتا چاہیے۔ انتہائی نپے تمل الفاظ میں جس طرح مولانا نے بات کی وہ واقعتاً علماء کے لیے ایک گرانقدر تخفہ ہے علماء کو زمانے کے جدید تقاضوں کو کس طرح پورا کرنا ہے اور اپنی دینی سرگرمیاں کس طرح موثر طریقے سے عوام تک پہنچانی ہیں اس حوالے سے مولانا کی گفتگو یقیناً آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ مولانا اپنی علالت کے باوجود جامعہ کے پر زور اصرار پر تشریف لائے یہ ان کی ذرہ نوازی ہے اور اس پر مزید یہ کہ بیان کے بعد جب چائے سے ان کی تواضع کی گئی تو اس دوران ان سے جامعہ دارالتقویٰ کے بارے میں تاثرات پیش کرنے کی درخواست کی گئی جسے انھوں نے خوش دلی سے قبول فرمایا اور دو صفحات پر مشتمل تاثرات لکھ کر جامعہ کے مہتمم مولانا او بیس صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔ ان کی آمد سے فضلاء جامعہ دلتقویٰ کو بہت حوصلہ ملا اور اس تقریب کی شان دو بالا ہو گئی۔

مولانا الیاس فیصل صاحب کے بیان کے بعد فضلاء کو اساتذہ سے استفادے کی غرض سے اختلاط کا موقع دیا گیا اس کے بعد چائے کا وقفہ ہو گیا۔

عصر کی نماز کے بعد جامعہ دارالتقویٰ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا عثمان صاحب کا بیان ہوا جس میں حضرت استاذ صاحب نے نہایت احسان انداز میں علماء سے جملہ دینی خدمات کی اساس اور بنیاد یعنی ”روحانیت“ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بات کرنے کے اندر حقیقت ایک باپ کی سی شفقت کا احساس

جملکتا محسوس ہوا اس موضوع کے ساتھ حضرت استاذ صاحب نے تبلیغ کے کام اور اس کی اہمیت پر بھی سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

مغرب کی نماز کے بعد اس تقریب کی آخری نشست تھی جس میں فضلاء سے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں دینی و علمی سرگرمیوں کی کارگزاری ہوئی۔ سب سے پہلے ادارے کے فاضل اور مختص مولانا طلحہ بٹ صاحب نے اپنی تین ماہ کے تبلیغی سفر کی کارگزاری سنائی جس میں بیرون ملک مسلمانوں کے احوال سامنے آئے۔ ان کے بعد مولانا فداء الرحمن صاحب نے امامت و خطابت کے حوالے سے اپنی کارگزاری مجمع کے سامنے بیان کی۔ فضلاء میں چونکہ اکثر افراد کا اس شعبے سے تعلق ہے چنانچہ ان سب کے لیے مولانا فداء الرحمن صاحب کی کارگزاری بہت مفید ہی۔

آخر میں ادارے کے قابل قدر فاضل و مختص مفتی حسیب صاحب نے تخصص و اختصاص کے حوالے سے اپنی کارگزاری علماء کے گوش گذار کی۔ اللہ نے انھیں بہترین استعداد اور صلاحیت سے نوازا ہے اور وہ یقیناً ادارے کا بہترین سرمایہ ہیں۔ کارگزاری کے بعد حضرت استاذ مولانا اویس صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہوا انہی مختصر وقت میں اتنی جامع اور ممتاز کرن بات یقیناً ایک سر برآ ہی کہہ سکتا ہے۔ حضرت استاذ صاحب ایک جہاں دیدہ شخصیت ہیں اللہ ان سے بہت بڑے پیمانے پر دین کا کام لے رہا ہے اللہ تعالیٰ انکا سماں یہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔

حضرت مولانا اویس صاحب کے بیان کے بعد اختتامی دعا ہوئی۔ نماز عشاء کے بعد جامعہ کی طرف سے اپنے فضلاء کے لیے ایک پر تکلف عشاء یے کا اہتمام تھا اس موقع پر کھانا کھلانے کی خدمت پر مامور طلباء و اساتذہ کے نظم و نق کی داد نہ دینا یقیناً نا انصافی ہو گی انہی ملکے اور نظم ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئی سارا انتظام سنبھالا گیا تھا۔

کھانے کے بعد یہ عظیم الشان تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ادارے کی خدمات کو قبول فرمائے کہ فلاح دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین

دارالافتاء و اتفاق

جامعہ دارالتسقی لاہور

آپ کے مسائل کا حل

آٹو میشن اور بائیک میں کپڑے پاک کرنے کا طریقہ اور حکم

ہم آٹو میشن میں کپڑے دھوتے ہیں۔ اس میں کپڑے دھونے سے کپڑے پاک ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر بائیک میں کپڑے دھوئیں تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ کہ کپڑے پاک ہو جائیں۔

آٹو میشن کا سسٹم یہ ہے کہ اس میں دو پاپ لگے ہوتے ہیں، ایک پاپ مستقل طور پر پانی والی ٹینکی سے لگا ہوتا ہے، جب ایک دفعہ میشن کپڑے دھو لیتی ہے، تو دوسرے چکر کے لیے خود پانی لیتی ہے اور کپڑوں کو خود نجڑتی ہے۔ آدمی کا کام صرف بُن د班ا ہوتا ہے، اور وہ بھی صرف پہلی مرتبہ جب کپڑے ڈالے جاتے ہیں، باقی کام خود میشن کرتی ہے، جب یہ کپڑے دھل جاتے ہیں تو خشک کرنے کے بعد میشن الارام دیتی ہے کپڑے نکالنے کے لیے۔ میشن اس طرح سے نجڑتی ہے کہ اگر ہاتھ سے نچوڑا جائے تو پانی نہیں نکلتا۔

الجواب: بِسْمِ اللّٰهِ حَمْدٌ وَ مَصْلٰيٰ

1۔ آٹو میشن میں چونکہ عام طور سے تین مرتبہ پانی لیا جاتا ہے اور ہر مرتبہ نچوڑا بھی جاتا ہے اس لیے آٹو میشن میں ناپاک کپڑے دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

2۔ اگر بائیک میں ناپاک کپڑے دھوئے جائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ پاک پانی سے دھویا

جائے، اور ہر مرتبہ انہیں نچوڑا جائے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کپڑے بالٹی میں ڈال کر اوپر سے ٹونٹی کھول دی جائے، یہاں تک کہ پانی بالٹی کے اوپر سے نکلا شروع ہو جائے اور اس پانی کو اتنی دیر تک بہنے دیا جائے کہ نجاست کے نکلنے کا غالب گمان ہو جائے۔

سرٹک پر جمع شدہ بارش کے پانی کا کپڑوں پر لگنے کا حکم

جب بارش ہو رہی ہوتی ہے تو عام طور پر سرٹک پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بعض اوقات ہم سرٹک پر جا رہے ہو تے ہیں اور پاس سے کسی گاڑی وغیرہ کے گذرنے سے کپڑوں پر چھینٹے پڑ جاتے ہیں۔ تو کیا ان کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب: بِسْمِ اللّٰهِ الْحَمْدُ لَهُ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى مُحَمَّدٍ

جن کپڑوں پر سرٹک پر جمع شدہ بارش کے پانی کے چھینٹے پڑ جائیں، ان کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ البتہ اگر خود نجاست ہی کپڑوں کو لگ جائے اور وہ نجاست کی معاف مقدار سے زائد ہو تو پھر ایسے کپڑوں میں نماز جائز نہیں۔

مسبوق کا امام کے ساتھ سہواؤ سلام پھیرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی ایک رکعت رہ گئی، اور اس نے امام کے ساتھ سہواؤ نماز کا سلام پھیر دیا۔ اب آیا اس پر سجدہ سہو لازم ہو گا یا نہیں؟

الجواب: بِسْمِ اللّٰهِ الْحَمْدُ لَهُ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى مُحَمَّدٍ

مسبوق نے اگر امام کے ساتھ اس طرح سلام پھیرا کہ امام کے لفظ سلام کی ”میم“ کے ساتھ مسبوق نے بھی اپنے سلام کی ”میم“ کہہ لی، تو اس پر سجدہ سہو نہیں۔ اور اگر مسبوق نے لفظ سلام کی ”میم“، امام کے لفظ سلام کی ”میم“ کے بعد کہی تو اس مسبوق پر اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو واجب ہے۔ اس لیے کہ امام کے لفظ سلام کہہ دینے سے مسبوق امام کی اقتداء سے نکل جاتا ہے۔ عموماً مقتدى کے لفظ سلام کی ”میم“ امام کے لفظ سلام کی ”میم“ کے بعد ہی ختم ہوتی

ہے، اس لیے عام حالات میں مسبوق کو اگر ایسی صورت حال پیش آئے تو اسے سجدہ سہو کر لینا چاہیے۔

دوران نمازوں پر پہنچنا

نماز پڑھتے ہوئے اگر کسی کی ٹوپی گرگئی اور اس نے ایک ہاتھ سے اٹھا کر پہن لی، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اس کی نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟ ایسا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بسم اللہ حامدًا و مصلیاً

ایک تفسیر کے مطابق عمل کثیر وہ ہے جسے انجام دینے میں عام طور سے دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنا پڑے اگرچہ تکلف کر کے ایسے عمل کو ایک ہاتھ سے انجام دے لے۔ اس اصول کے پیش نظر اگر ٹوپی اس نوعیت کی ہے کہ جسے سر پر رکھنے میں عموماً دوسرا ہاتھ کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تو یہ عمل قلیل ہے اس سے نماز فاسد نہ ہو گی، جیسا کہ عموماً سخت ٹوپی میں ایسا ہوتا ہے۔

اور اگر ٹوپی اس نوعیت کی ہے کہ اسے عموماً سر پر رکھنے میں دوسرا ہاتھ کی ضرورت پڑتی ہے، تو یہ عمل کثیر ہے خواہ تکلف کر کے ایسے عمل کو ایک ہاتھ ہی سے کیوں نہ کرے۔ لہذا ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ جیسا کہ عموماً نرم ٹوپیوں میں ہوتا ہے۔

وکیل بالشراء کی واقفیت کی بناء پر ملنے والی کمی (ڈسکاؤنٹ) کا حق دار کون ہوگا؟

مسئلہ یہ تھا کہ میں ہر پیروں والے دن اپنے عزیز سے ملاقات کے لیے شاہ عالم بازار جاتا ہوں۔ میں ہر دفعہ جانے سے پہلے اپنے دوستوں اور محلے داروں سے آڈر لے جاتا ہوں، کہ وہاں پر چیزیں سستی ہوئے کی وجہ سے میں لا دوں گا۔ پھر بعض اوقات میری واقفیت کی وجہ سے چیز کچھ زیادہ سستی مل جاتی ہے، پھر میں اس چیز پر منافع رکھتا ہوں، میں نے اس بات کا ان سے ذکر نہیں کیا جو مجھ سے منگواتے ہیں، تو یہ منافع رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ میں پہلے سے یہ منافع رکھتا آرہا ہوں، مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ اپنے اس منافع کی تسلی کر لو کہ حلال ہے یا حرام؟ اگر یہ حرام اور ناجائز ہے تو میں اس پچھلی رقم کا کیا کروں جس میں نے

منافع کمایا ہے؟ جو چیزیں زیادہ سستی ملتی ہیں مارکیٹ سے ان پر کمیشن مارکیٹ ریٹ کے مطابق لیتا ہوں۔

الجواب: بِسْمِ اللّٰهِ حَمْدًا وَ مُصْلِيًّا

مذکورہ صورت میں آپ کے لیے یہ منافع رکھنا جائز نہیں۔ کیونکہ آپ ان لوگوں کے وکیل ہیں جنہوں نے آپ کو چیزیں لانے کے لیے کہا ہے، لہذا جو ڈسکاؤنٹ آپ کو دکاندار کی طرف سے ملے گا اس کے اصل تقدار وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے آپ کو چیزیں لانے کے لیے کہا ہے۔ اگرچہ یہ ڈسکاؤنٹ آپ کو اپنی واقفیت کی وجہ سے ملا ہو۔ اور اس ڈسکاؤنٹ کو آپ اپنے کمیشن کے طور پر بھی نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ اول تو کمیشن پر چیزیں لانا طے نہیں ہوا، اور دوسرے یہ کہ کمیشن بھی مجہول ہے۔ کمیشن لینے کی جائز صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ ان لوگوں کو صاف صاف بتلادیں کہ میں فلاں فلاں چیز پر اتنا کمیشن لوں گا۔

اب تک جو کمیشن آپ نے رکھا ہے اگر آپ کو معلوم ہے کہ وہ کس شخص کی چیز پر رکھا تھا تو وہ کمیشن کی قسم اسی شخص کو واپس لوٹا دیں اور اگر معلوم نہیں تو کسی مستحق زکوٰۃ کو صدقہ کر دیں۔

(بحوالہ ”فقہی مضامین“، از ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب: ص 388)

اعلان

مورخہ 16 فروری بروز اتوار جامعہ دارالستقی کے قدیم فضلاء کا اجتماع الہلال مسجد میں منعقد ہوا جس سے حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف خان اور حضرت مولانا ایاس فضل صاحب نے خطاب فرمایا جس کا خلاصہ آئندہ شمارے میں پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

• • •

عبدالودود ربانی

جامعہ کے شب و روز

* جامعہ دارالتقوی کے مدرسہ فاطمۃ الزہراء کی "قدیم فاضلات کا جوڑ" 9 فروری بروز اتوار صبح 9 تا ظہر جامع مسجد الہلال چوبرجی میں منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں فاضلات اور ان کے سر پرست حضرات نے شرکت کی۔

* اسی طرح قدیم فضلاء کا جوڑ 16 فروری 2020ء بروز اتوار بمقام الہلال مسجد چوبرجی میں ہوا، جو صبح 10 بجے تابع نماز عشاء تک جاری رہا۔ اس اجتماع میں علمائے کرام، مشائخ عظام، اہلی شوریٰ اور اساتذہ کے علاوہ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف خان صاحب اور مدینہ منورہ سے حضرت مولانا محمد الیاس فیصل صاحب نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی۔ ملک کی معروف ٹریننگ کمپنی ٹائم لینڈرز (TimeLenders) کے ٹریز جناب احمد لطیف صاحب نے شرکاء کو ٹائم مینجنٹ کے حوالے سے ورکشاپ کرائی۔

* جامعہ دارالتقوی کے شعبہ بنات کے سالانہ امتحانات 10 مارچ سے اور بنین کے 11 مارچ سے شروع ہو کر 18 مارچ تک ہونا قرار پائے ہیں۔

* شعبہ حفظ کے سالانہ امتحانات وفاق المدارس کے امتحان سے تین دن پہلے ہو گے۔

* جامعہ دارالتقوی اور مدرسہ فاطمۃ الزہراء شیخوپورہ شاخ کی ختم بخاری شریف کی تقریب 8 مارچ 2020 کو ہو گی۔ انشاء اللہ

* بنین و بنات کے سالانہ نتائج کی تقریب 7 جون 14 شوال کو چوبرجی میں ہو گی۔

* مولانا امجد فاروق صاحب نے چھٹیوں میں اللہ کے راستے میں وقت لگانے کی ترغیب کے

حوالے سے اساتذہ و طلبہ میں بیان فرمایا۔

* الحمد للہ! جامعہ کے 3 کنال پر مشتمل نیو کمپس کی تعمیر کا آغاز ہو گیا ہے، پہلے مرحلے میں دارالقرآن، التقویٰ بوانہ ہائی اسکول اور ایڈمن بلاک تعمیر ہو گا دوسرے مرحلے میں دیگر شعبہ جات تعمیر کے جائیں گے۔ احباب سے دعاوں کی درخواست ہے، مخیر حضرات اس کا خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

* جامعہ کے شعبہ بنات کے سالانہ امتحانات 10 مارچ سے شروع ہو رہے ہیں جب کہ شعبہ بنین کے امتحانات کا آغاز 11 مارچ سے ہو گا۔ 18 مارچ کو دونوں شعبوں کے امتحانات اختتام پذیر ہوں گے۔ 21 مارچ سے وفاق المدارس کے تحت امتحانات کا آغاز ہو گا۔

* جامعہ مسجد الہلال میں 19 فروری بروز بدھ کو بعد نماز عشاء سابق کرکٹ جناب انعام الحق نے بیان فرمایا، لوگوں کی کثیر تعداد نے بیان میں شرکت کی۔

* جامعہ کی انتظامیہ اس بارے میں بہت فکر مند ہے کہ ہمارے ہاں تکمیلی حفظ کرنے والے طلباء منزل کے اعتبار سے پختہ قرآن کے حامل ہوں اور حفظ قرآن کی جو سعادت اور نعمت انہوں نے حاصل کی ہے وہ انہیں ہمیشہ حاصل رہے۔ اس لئے اساتذہ و اہل شوریٰ ہر وقت خود بھی فکر مند رہتے ہیں اور اپنے طلباء کو بھی فکر مند کرتے رہتے ہیں لیکن جو طلباء حفظ مکمل کر کے یہاں سے جا چکے ہیں ان کی فکر کی بھی ضرورت ہے تاکہ کار و بار بزرگی میں مشغول ہو کر انہیں وہ اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم نہ ہو جائیں۔ اسی فکر کے پیش نظر پہلے مرحلے میں قدیم طلباء اور ان کے والدین پر مشتمل ٹس ایپ گروپ تشکیل دیا گیا ہے تاکہ ان سے رابطہ بحال ہوں اور گروپ کے ذریعے یہ دعوت چلائی جائے، دوسرے مرحلے میں قدیم طلباء کا اپریل کے پہلے ہفتے میں اجتماع منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ طلباء کو اپنے ہاں بلا کران کے حالات معلوم کئے جائیں اور رمضان المبارک کی آمد قریب ہے، انہیں قرآن یاد کرنے اور تراویح میں سنانے کے لئے فکر مند کیا جائے۔ جامعہ کے ایسے قدیم حفاظ اور ان کے سر پرستوں سے گزارش ہے کہ شعبہ حفظ کے ٹس ایپ گروپ میں خود کو جسٹرڈ کروائیں تاکہ انہیں ہر قسمی معلومات بروقت مہیا ہوتی رہے اور اساتذہ کے ساتھ ان کا رابطہ بھی بحال رہے۔ ٹس ایپ گروپ میں شامل ہونے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔ 03214849406

• • •

بیان کے دارالتوحیٰ کے زیر انتظام بذریعہ ملکی میڈیا پر جیکٹر

علماء و مفتیان کرام سے استفادے کا موقع

عنوان

استقبالِ رمضان



انشاء اللہ اس سال

2020ء میں ان مقامات پر

استقبالِ رمضان سیمینارز
کی ترتیب بنائی جائے گی

اگر آپ؟

یہ سیمینار کروانے کے خواشمند ہیں
تو ان نمبر پر رابطہ فرمائیجئے۔

0324-4714430

0322-4296400

جزاک اللہ خیراً وَا حسن الاجزاء

مقام

جامع مسجد صدیقیہ باتاپور 03218882733

جامع مسجد نینب فرخ آباد شاہدرہ 03248843916

توحید مسجد نیو سپر ٹاؤن میں بیلور اڈیشن 03224055391

جامع مسجد ابو بکر اے بلاک ازمیر ٹاؤن 03213867194

مدینہ مسجد مہاجر آباد 03228405818

الفضل مسجد صادق کالونی گڑھی شاہو۔ 03004408993

الہلال مسجد چوبرجی پارک 03158009237

مکان نمبر 587 گلی نمبر 31 گلگھار بلاک بحریہ ٹاؤن

(شاہد منیر صاحب) 03004015576

جامعہ دارالستقیع قصور 03054491891

جامع مسجد پی ایڈنٹی کالونی 03334287107

جامع مسجد سٹی لائسٹ ٹاؤن نزد ابراہیم مسجد 03000845212

جامع مسجد صدیقیہ چاہ میراں 03334510090

جامع مسجد خالق گلشن روای 03224047029

جامع مسجد چوبرجی کوٹر 03217744712



جامعہ دارالتفوی

محترم و مکرم جناب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

ایمید ہے کہ آپ خیر و نافعیت سے ہو گے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جامعہ دارالتفوی ملک کی معروف دینی درس گاہوں میں سے ایک ہے۔ ملک کے فضل سے جامعہ حس کی ابتداء 1967ء میں ایک حضوظ کے مدرسے سے ہوئی تھی آج اس کی 222 شاخیں پرے ملک میں علم دین کی اشاعت میں صرف عمل ہیں۔

جامعہ میں شبہ و خطا، عبید کتب (درس نظامی کورس) تخفیف اور سکول کے شعبوں میں 3500 سے زائد طلباء و طالبات علم دین سے مستفید ہو رہے ہیں۔ احمد شاہ اس کے علاوہ جامعہ مرید مختلف شعبوں پر بھی کام کر رہا ہے جیسے مختلف عنوانات پر گوام کی دینی رہنمائی کے لئے سیناڑ اور سوٹل میڈیا پر نٹ میڈیا کے ذریعہ گوام کی دینی رہنمائی کرنے۔

جامعہ کے سارے قہاظ کو جاتی میں جس طرح اسی جامعہ کی خدمات کو قبول کیا ہے اسی طرح آپ حضرات کی توجہ اور دعا میں بھی شامل رہی ہیں۔ جامعہ کی مختلف شعبہ جات میں ترقی کے باعث ضروریات اور اخراجات میں بھی بے حد اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

جامعہ آپ حضرات کا غیریہ اداکر کے ساتھ ساتھ آپ حضرات سے زکر، صدقات کی مد میں تقاویں بڑھانے کا خواستگار ہے آپ حضرات سے یہ بھی گزارہ ہے کہ اپنے مختلفین کو بھی اس کا رخیر کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ اجر و ثواب میں آپ کا حصہ مرید بڑھ سکے۔ بزر جامعہ نے تین کتابوں کا ایک تقطیر ارضی خریدا ہے جس پر دارالقرآن کی تعمیر کا ارادہ ہے اس میں اپنے بزرگوں کیے صدقہ چاریے کے طور پر حصہ لیں۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن شریف میں ارشاد ہے، کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اس کو بہت بڑھا کر دیتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ کا ارشاد مبارک ہے جو شخص تیکی کی طرف کسی کی رہنمائی کرتا ہے اس کو اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا بخی کرنے والے کو۔ رمضان میں تیکی کا اجر کمی گناہ بڑھ جاتا ہے۔ بزر جامعہ اکثر اہل صوت حضرات رمضان المبارک میں لبی نکوہ ادا کرتے ہیں اسکے آپ حضرات سے عرض ہے کہ اپنے مختلفین کو بھی رمضان المبارک میں اس کا رخیر کی طرف متوجہ فرمائیں۔

ایمید ہے کہ اس تقاویں علی الیگری میں مرید آگے بڑھ کر حصہ میں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوششوں کو لبی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے و دینا و ختنت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

جزاک اللہ خیر اور حسن الاجرا

ایم آئی بی

MIB

DARUL TAQWA TRUST

کاؤنٹ نام:

برائے کو

کاؤنٹ نمبر:

1001820660001

ایم آئی بی کی اسلامک بنک



مرکزی دفتر: متحملہ جامعہ مسجد البیان، چورچ ٹی پارک، لاہور
03217771130 / 04237414665

DAR UT-TAQWA (TRUST)

Muttasi Jame Masjid Al-Hilal Choburji Park, Lahore

+92322233224 darultaqwa.online@gmail.com ifta4u@yahoo.com
www.darultaqwa.org ifjamidarultaqwa Mufti Online: +923004113082